الوداع مسٹر چپس

جیمز ہلٹن کا
سدابہار ناول

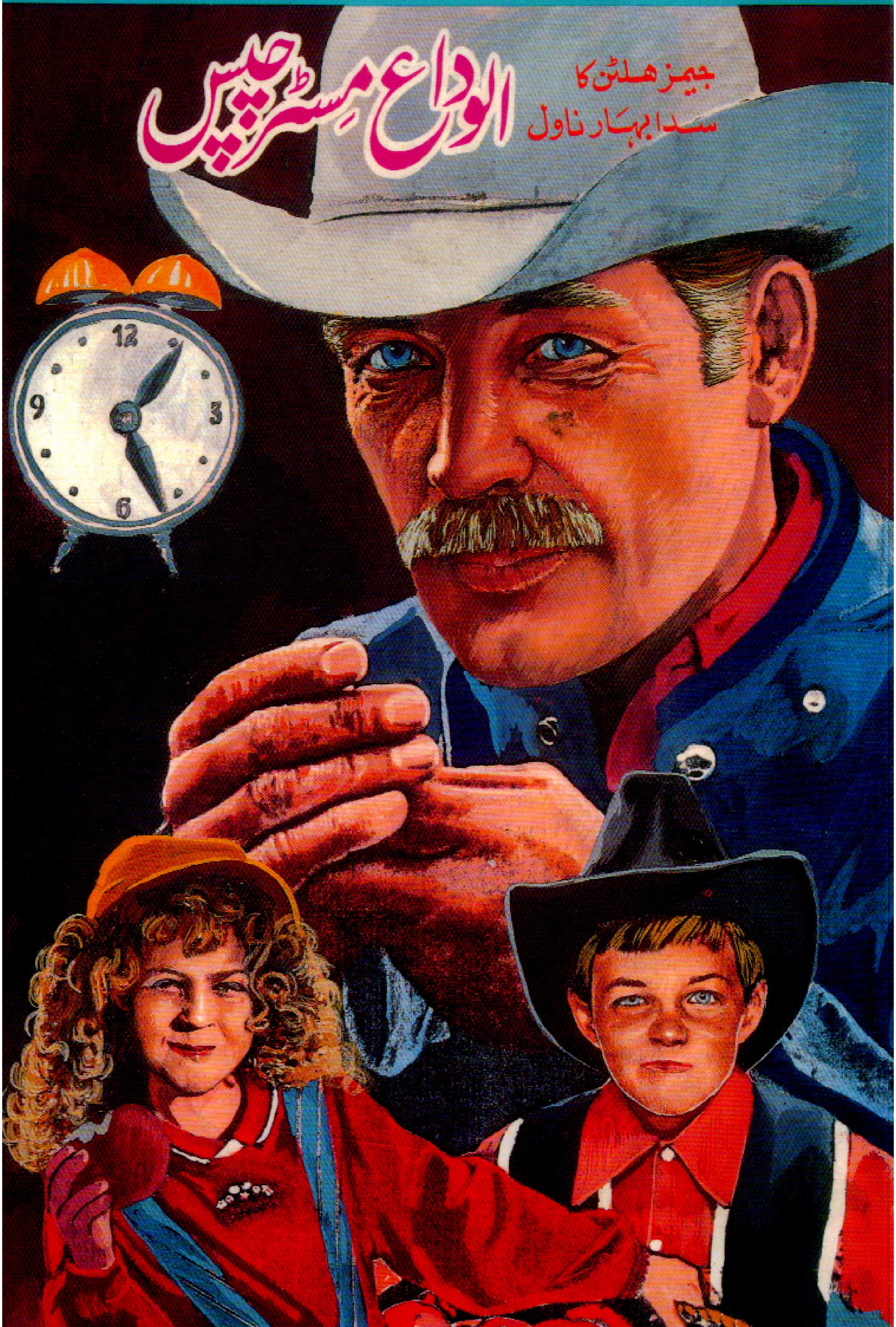

الوداع مسٹر چپس

جیمز ہلٹن ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوا۔ ابھی صرف بیس سال کا تھا کہ اس نے اپنا پہلا ناول لکھا۔ کئی سالوں تک اس نے فری لانس صحافی اور تبصرہ نگار کی حیثیت سے کام کیا۔ اس کا ناول "گڈ بائے مسٹر چپس" ۱۹۳۴ء میں منظرِ عام پر آیا۔ ۱۹۳۸ء میں اس پر مبنی تھیٹر کا کھیل پیش کیا گیا اور ۱۹۳۹ء میں یہ ایک فلم کی بنیاد بنا۔

ایک امریکن رسالے میں اس ناول کی اشاعت کے بعد جیمز ہلٹن کو ہالی وڈ آنے کی دعوت ملی اور وہ ہالی وڈ میں بھی بہت عرصہ فلموں کے لئے سکرپٹ لکھتا رہا۔

"گڈ بائے مسٹر چپس" ایک چھوٹا سا ناول ہے مگر ایک عظیم ناول ثابت ہوا اور پڑھنے والے پر وہ تاثر چھوڑتا ہے جس کو دیر تک بھلانا مشکل ہو جاتا ہے۔

بڑھاپا

یہ بڑھاپے کا وصف ہے کہ انسان کی زندگی کی رفتار سست ہو جاتی ہے اور بوڑھا آدمی بیٹھے ہی بیٹھے اونگھنے لگتا ہے۔

خزاں کا موسم آگیا تھا۔ دن اتنے چھوٹے ہو رہے تھے کہ ابھی سکول میں رات کے کھانے کے بعد حاضری کی گھنٹی نہ بجتی تو مسٹر چپس کے کمرے میں اندھیرا ہو جاتا اور روشنی کی ضرورت محسوس ہونے لگتی۔

مسٹر چپس کے معمولات ویسے ہی تھے جیسے ماضی میں تھے۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔ اپنے ماضی کی زندگی کے معمولات کو برقرار رکھنا اس کے لئے اس لئے بھی آسان ہو گیا تھا کہ ملازمت سے سبکدوش ہوتے تو سکول کے بالکل سامنے، سڑک پار کر کے مسز وکٹ کے ہاں رہائش اختیار کرلی۔

چپس کو ملازمت سے ریٹائر ہوتے تقریباً دس برس ہو چکے تھے مگر جس دن وہ ریٹائر ہوا تھا، اس دن سے وہ یہیں رہ رہا تھا۔ اس کے تمام طور طریقے سکول کی زندگی کے مطابق چل رہے تھے۔ حالانکہ سکول چھوڑے دس برس ہو گئے تھے۔ مگر وہ اب تک سکول کے اوقات کی پابندی کرتا تھا۔

یہ اچھا اور خوشگوار مشغلہ تھا کہ ڈھلتی عمر میں آتشدان کے سامنے بیٹھ کر چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے سکول کی گھنٹیاں بھی گنی جائیں۔ کھانے کی گھنٹی بجتی پھر حاضری کی، پھر شب بخیر کی گھنٹی کے ساتھ سب روشنیاں گل ہو جاتی تھیں۔ جب

آخری گھنٹی بجتی تو چپس اپنی گھڑی کو چابی دیتا تھا۔ آتشدان کے سامنے حفاظتی جالی لگاتا تاکہ رات میں کوئی چنگاری اڑ کر سلگ نہ پڑے اس کے بعد روشنی قدرے اونچی کرکے، کوئی جاسوسی ناول اٹھا کر، چپس اپنے بستر کا رخ کرتا۔ اچھا یہ بھی دلچسپ بات تھی کہ وہ دو ایک صفحوں سے زیادہ کبھی نہ پڑھ پاتا اور نیند اسے خود بخود آ لیتی اور خوابوں کی دنیا میں لے جاتی۔ ان کی نیند پر سکون اور گہری ہوتی اور خواب لیے ہوتے۔ ویسے اب تو وہ دن میں بھی خواب دیکھنے لگے تھے۔

عمر تو بڑھ رہی تھی لیکن چپس کی صحت اچھی تھی۔ ہر پندرہ دن کے بعد ڈاکٹر مری ویل اسے دیکھنے آتا اور کہتا۔

"میرے عزیز تم مجھ سے بہتر صحت کے مالک ہو۔ تم عمر کے اس مرحلے سے گزر چکے ہو جب لوگوں کو تکلیف دہ بیماریاں ہوتی ہیں۔ اول تو تم مرتے دکھائی نہیں دیتے اور دوسری بات یہ کہ جب تمہاری موت آئے گی تو وہ قدرتی ہوگی۔"

تاہم جب چپس کو نزلہ یا زکام ہوتا اور موسم سرما کی یخ ہوائیں چلتی تھیں تو بوڑھا ڈاکٹر مسز وکٹ کو گیلری میں ایک طرف لے جا کر دھیمی آواز میں کہتا۔

"دیکھو اس کا خیال رکھنے میں غفلت نہ کرنا۔ احتیاط کی ضرورت ہے۔" پھر مسکرا کر اپنے دل پر ہاتھ مارتے ہوئے کہتا۔

"ان کا اثر دل پر ہوتا ہے۔ دباؤ پڑتا ہے۔"

پھر جیسے خود کو تسلی دے رہا ہو، کہتا۔

"کوئی بیماری نہیں، مگر بڑھاپا اور تم جانو بڑھاپے سے بڑھ کر مہلک بیماری تو کوئی اور نہیں ہے۔"

یادیں

یادیں۔۔۔ ماضی کی یادیں۔۔۔۔

جب اس نے ابھی پاؤں پاؤں چلنا سیکھا تھا تو عالمی نمائش کی سیر کی تھی۔ اب تو ایسے دس پانچ لوگ بھی موجود نہیں تھے۔ جو یہ کہہ سکیں کہ انہوں نے وہ عالمی نمائش دیکھی تھی۔ ادھر چپس تھا تو اسے اب تک سب کچھ یاد تھا۔ وہ زمانہ جب فرانس اور جرمنی کے درمیان جنگ چھڑی تھی۔۔۔ اور پھر بروک فیلڈ آنے سے پہلے اس نے کچھ سال میلبری میں بھی ملازمت کی تھی۔ وہاں اس کا جی نہیں لگا تھا۔ وہاں اس کے ساتھ کچھ اچھا سلوک بھی تو نہیں ہوا تھا۔

بروک فیلڈ تو اسے پہلے دن ہی پسند آگیا تھا۔ وہ دن اسے یاد تھا۔۔۔ جولائی کے مہینے کا ایک روشن چمکیلا دن، جب وہ انٹرویو دینے کے لئے آیا تھا۔ کیا ماحول تھا۔ فضا میں پھولوں کی مہک بکھری ہوتی تھی۔ کرکٹ کا کھیل ہو رہا تھا۔ گیند بیٹ سے ٹکرا رہا تھا اور مسلسل ٹھک ٹھک کی آواز گونج رہی تھی اور پھر مخالف ٹیم کے ایک کھلاڑی نے سینچری بنائی تھی۔۔۔۔

ہر بات اسے تفصیل سے یاد تھی اور پھر ویدربی سے اس کی ملاقات۔۔۔۔ وہ ضرور اس زمانے میں بیمار ہو گا۔ چپس کے ساتھ وہ بڑی شفقت سے پیش آیا تھا اور ابھی چپس نے اپنے فرائض کا آغاز بھی نہ کیا تھا کہ موسم گرما کی چھٹیوں میں اس کا انتقال ہوگیا۔۔۔۔

مسز وکٹ کے ہاں آتشدان کے سامنے بیٹھے چپس کو خیال آتا۔ اب صرف ایک میں ہی رہ گیا ہوں جسے ویدربی یاد ہے۔ اور پھر اس دن کی پوری تفصیل اس کے سامنے آ جاتی۔۔۔۔

ویدربی کے دفتر کا کمرہ۔۔۔ دھوپ چھن چھن کر اندر آ رہی ہے۔ ویدربی اس سے مخاطب ہے۔

"ابھی تم کم عمر ہو اور بروک فیلڈ ایک پرانا بڑی عمر کا سکول ہے۔ جوانی اور بڑھاپے کا ملاپ بڑا کار آمد ہوتا ہے۔ تم ہمت اور محنت سے بروک فیلڈ کو دیکھو گے تو بروک فیلڈ بھی تمہیں مایوس نہیں کرے گا۔ تم اسے فیاض پاؤ گے، احسان شناس۔ بس ذرا ان شیطانوں کی شرارتوں سے بچے رہنا۔ میلبری میں ہو سکتا ہے تمہیں نظم و نسق برقرار رکھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑا ہو۔"

اور اس نے رکتے رکتے جواب دیا تھا۔

"جی ہاں۔۔۔ کچھ دشواری ہوئی۔۔۔ تھی۔"

مسٹر ویدربی نے کہا تھا۔

خیر کوئی بات نہیں۔۔۔ ابھی تم نئے ہو اور یہ کام تجربے سے آتا ہے۔ اور تمہیں یہاں اس کا ایک موقع مل رہا ہے۔ ویسے ایک بات کہوں، ان شریر آفت کے پر کالوں کو پہلے ہی دن کس دیا جائے تو پھر یہ خاصے سیدھے چلتے ہیں۔ یہ گُر کی بات ہے۔"

یہی وہ گُر تھا جو وہ اب تک نہ جان سکا تھا۔ پہلی بار پر یپ کے دنوں میں پانچ سو شریر لڑکوں کی نگرانی سے اسے جو اذیت ملی تھی وہ کبھی نہ بھول سکا تھا۔ حالانکہ اس واقعے کو اب پچاس برس تو ہو چکے تھے۔

ہاں وہ ستمبر کی شام۔۔۔۔ سورج ڈوب رہا تھا۔ وسیع ہال میں تندرست شریر لڑکوں کا ہجوم۔۔۔ یہ سب گھات لگائے بیٹھے تھے جیسے وہ ایک پرندہ ہو اور وہ اسے

جھپٹ لینا چاہتے ہوں۔

اور تب اس کا دلچسپ حلیہ، کم عمر، معصوم چہرہ، قدرے بڑی مونچھیں، اونچے بند گلے کی قمیض، وہی اس زمانے کا فیشن تھا۔ اس حلیے میں گویا وہ لڑکوں کی ظالم فوج کے سامنے کھڑا تھا۔

ان شرارتی لڑکوں کا کوئی اصول تھا نہ ان کے دلوں میں کسی کے لئے رحم تھا۔ وہ تو نئے استاد کو اپنا تختہ مشق بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ نیا استاد ان کے لئے نئے شکار کی طرح ہوتا تھا اور اسے پھانسنا اور بیوقوف بنانا ان کا مشغلہ تھا۔ اس کے باوجود وہ بہت اچھے دکھائی دیتے تھے۔ لیکن جب وہ مل کر محاذ بنا لیتے تو پھر ان کی تنظیم انتہائی بے رحم اور سفاک بن جاتی تھی۔

کلاس میں پہلا دن تھا۔ جونہی چپس نے ڈائس کا رخ کیا۔ مکمل خاموشی چھا گئی۔ بالکل ویسی خاموشی جو طوفان کی آمد سے پہلے چھاتی ہے۔ چپس خود خاصا بوکھلایا ہوا تھا۔ دیوار پر جو گھڑی لگی تھی اس کی ٹک ٹک کا اسے بڑی شدت سے احساس ہونے لگا تھا۔

پرانی روشنائی کی بو اور میزوں پر کی گئی تازہ وارنش کی بو مل کر ہال میں پھیلی ہوئی تھی۔ ڈوبتے سورج کی شعاعوں سے کھڑکیوں کے رنگین شیشے چمک رہے تھے۔

دھڑاک۔۔۔۔

اس خاموشی میں ایک زوردار دھماکہ ہوا اور خاموشی ٹوٹ گئی۔

کسی شریر لڑکے نے ڈیسک کا ڈھکنا زور سے گرا کر نئے استاد کو زچ کرنے کی مہم کا آغاز کیا تھا۔ اب ضروری تھا کہ اس فتنے کا سرا بھی کچل دیا جائے۔ چپس نے کہا۔

"تم۔۔۔ جو پانچویں قطار میں۔۔۔ ہاں تم سرخ بالوں والے۔۔۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"کولی جناب" اس نے جواب دیا۔

"کولی تم ایک سو بار لکھو کہ میں آئندہ کبھی شرارت نہیں کروں گا۔" اس

کارروائی کے بعد پھر اسے کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ پہلی بازی چپس نے جیت لی تھی۔

کئی برس کا عرصہ گزر گیا۔ وہی کولی جس نے شرارت کی تھی۔ وہ لندن کا ایک معزز اور ممتاز آدمی بن گیا۔ اسے سر کا خطاب بھی مل چکا تھا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے کولی کو بروک فیلڈ سکول بھیجا۔ اس کے بیٹے کے بال بھی اس کے باپ کی طرح سرخ تھے۔

چپس کو یاد تھا، اس نے چھوٹے کولی سے کہا تھا۔

"تمہارا باپ اس سکول کا پہلا لڑکا تھا۔ جسے میں نے سکول میں اپنے پہلے دن آج سے پچیس برس پہلے سزا دی تھی۔ وہ واقعی سزا کا مستحق تھا۔۔۔"

اس بات پر جماعت میں بہت قہقہے لگے تھے۔ چھوٹے کولی نے جب اپنے باپ کو یہ جملے خط میں لکھ کر بھیجے تو سر کولی بھی بہت محظوظ ہوا تھا اور قہقہے لگانے لگا تھا۔

اس واقعہ کے بعد کئی برس گزرے تو پھر ایک نیا کولی اس سکول میں داخل ہوا۔ یوں اس خاندان کی تیسری پشت بروک فیلڈ سکول میں داخل ہوئی تھی۔

چپس کو دمہ ہو چکا تھا اور بات کرنے میں وہ پہلی سی روانی نہ رہی تھی۔ اس نے رک رک کر تیسری پشت کے کولی سے کہا تھا۔

"کولی۔۔۔ تم اپنے خاندان۔۔۔ کی ایک شاندار مثال ۔۔۔ ہو۔۔۔ مجھے یاد ہے۔۔۔ تمہارے دادا کو گرامر کے قواعد کبھی نہ آسکے۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ تمہارا باپ۔۔۔ اس دیوار کے پاس والے۔۔۔۔ ڈیسک پر۔۔۔ بیٹھتا تھا۔۔ وہ بھی کوئی ارسطو نہیں۔۔۔ تھا۔۔ لیکن تم میرے عزیز۔۔۔۔ ہو حماقت میں سب۔۔۔ کے سردار ہو۔"

دیر تک قہقہے گونجتے رہے تھے۔

بڑھاپا المیہ بھی ہے اور ایک لطیفہ بھی۔۔۔ ایک پرسوز لطیفہ۔۔۔ جب موسم خزاں کے دنوں میں چپس آتشدان کے سامنے بیٹھ کر آگ تاپتا اور سرد ہواؤں کی

کھڑکیوں سے ٹکرانے کی آواز سنتا تو وہ کبھی مسکراتا، کبھی آنسو بہاتا اور ایسے میں جب مسز وکٹ چائے کی پیالی لئے آتی تو وہ حیران رہ جاتی۔ وہ آنسوؤں اور مسکراہٹوں کی قوس قزح دیکھتی۔ آنسوؤں کی برسات اور مسکراہٹوں کی یہ دھوپ اسے سمجھ میں نہ آتی۔ وہ بے چاری کیا سمجھتی۔ یہ تو ایسی کیفیت تھی جو خود چپس کی اپنی سمجھ میں بھی نہ آتی تھی۔

تمنا

سڑک کے پار بروک فیلڈ سکول کی پرانی عمارت کھڑی تھی۔ درختوں میں چھپی، موسم خزاں کی سرخ اور سبز رنگوں والی بیلوں میں لپٹی ہوئی۔ ایک بہت کشادہ دالان ہے۔ جس کے اردگرد اٹھارھویں صدی کے طرز تعمیر کی عمارتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ آس پاس ہری بھری چراگاہیں ہیں اور انہی کے پاس بروک فیلڈ کا چھوٹا سا قصبہ بھی آباد ہے۔

ویدربی نے بالکل درست کہا تھا کہ بروک فیلڈ سکول ایک قدیم اور تاریخی ادارہ ہے۔ اس ادارے کی بنیاد ملکہ الزبتھ کے زمانے میں رکھی گئی تھی۔ تب سے اب تک یہ ادارہ گمنامی اور شہرت کے سمندر میں ڈوبتا اور ابھرتا چلا آرہا تھا۔ بادشاہ جارج اول کے عہد میں اس کی مرمت ہوئی اور نئے کمرے بھی تعمیر کئے گئے۔ ایسے ادوار بھی آتے جب یہاں طالب علموں کی تعداد کم ہوتی تھی۔

ویدربی اس سکول میں 1840 ء میں آیا تھا۔ اس نے بڑی لگن سے اس سکول کو سہارا دیا اور یوں بروک فیلڈ سکول کو بھی اہمیت حاصل ہوئی۔ اس ادارے کے سرپرستوں میں وہ افراد شامل تھے جنھوں نے خود یہاں تعلیم حاصل کی اور اب بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ بروک فیلڈ سکول نے اپنے طالب علموں میں بڑے بڑے آدمی پیدا کئے تھے۔ عالم، مذہبی سکالر، سیاست دان، انتظامیہ اور عدلیہ کے اعلیٰ افسر، بہرحال بروک فیلڈ سکول ایک متوسط درجے کے سکول سے کچھ اوپر کے درجے

کا سکول تھا جو کبھی صف اول میں شمار نہ کیا گیا۔ لیکن اس سکول کو کوئی نظرانداز کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

چپس اپنے خاندان، معاشرتی درجے اور تعلیمی قابلیت کے لحاظ سے خود متوسط درجے کا ایک معزز انسان تھا۔ خود اسے اپنی محدود صلاحیتوں کو پہچاننے میں کافی وقت لگا تھا۔ وہ ایک ایسا انسان تھا جو نہ تو مغرور تھا نہ ہیٹلا۔ ہاں جب وہ جوانی کے ابتدائی برسوں میں تھا تو عام نوجوانوں کی طرح اس کے حوصلے بھی بلند تھے۔ اس نے بھی یہ خواب دیکھا تھا کہ وہ کسی بڑے سکول کا ہیڈ ماسٹر بنے گا یا پھر کسی بڑے تعلیمی ادارے میں سینئر استاد کا مقام حاصل کرے گا مگر جب ایسا نہ ہوا اور مایوسی نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا تو اس نے اپنی محدود صلاحیتوں کی شناخت کی۔ بہرحال حالات نے اس میں خود اعتمادی پیدا کر دی۔ جو اپنی جگہ بڑی نعمت تھی کیونکہ ایک ایسا آدمی جس کا خاندان بڑا نہ ہو۔ اثرورسوخ نہ رکھتا ہو۔ اور نہ ہی وسائل اور ذرائع ہوں تو پھر خود اعتمادی ایک نعمت بن جاتی ہے۔

1880 ء میں چپس کو بروک فیلڈ سکول میں آئے پورے دس برس ہو گئے۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ اسے یہاں سے کسی اور جگہ نہیں جانا ہے۔ اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ اب وہ یہیں رہے۔ جب چپس کی عمر چالیس برس ہوئی تو پھر وہ ہمیشہ کے لئے بروک فیلڈ کا ہو کر رہ گیا۔ وہ ایک مطمئن اور مسرور زندگی بسر کرنے لگا۔ جس میں نہ ماضی کی تلخ یادیں تھیں اور نہ ہی مستقبل کا کوئی خوف۔

جب وہ پچاس برس کا ہوا تو چپس بروک فیلڈ سکول کا سب سے معمر استاد تھا۔ اور اس کے دس برس کے بعد جب وہ ساٹھ برس کا ہوا تو اسے بروک فیلڈ کا ہم معنی تسلیم کر لیا گیا۔ سکول میں جب پرانے طالب علموں کے اعزاز میں کھانا دیا جاتا تو اس تقریب کا مہمان خصوصی چپس ہوتا۔ سکول کے امور میں کوئی اختلاف پیدا ہوتا تو اسے ہی ثالث بنایا جاتا اور اسے ہی سند سمجھا جاتا تھا۔

سکتے۔۔۔۔“

اس کے بعد وہ ایک ایک سے خوشدلی سے ہاتھ ملاتا۔ ڈیوڑھی تک رخصت کرنے آتا۔ وہ لڑکوں کو سڑک پار کر کے سکول کی طرف بھاگتے دیکھتا۔ ادھر لڑکے اس کے بارے میں رائے دے رہے ہوتے۔

”بڑا شریف آدمی ہے۔“

”چائے بہت اچھی پلاتا ہے۔“

”مگر دیکھو، اچانک ہمیں کیسے جانے کیلئے کہہ دیا۔“

جب مسز وکٹ دعوت کا بچا کھچا سامان سمیٹنے آتی تو چپس اسے بتاتا۔

بہت اچھا وقت کٹا۔ فلاں جو پہلے ہمارا شاگرد تھا۔ اس کا بیٹا بھی آیا۔۔۔ تمہیں تو وہ لڑکا یاد ہو گا۔ جو گیند لینے چھت پر چڑھ گیا تھا۔ احمق کی گردن ٹوٹ سکتی تھی۔۔۔ تم بھی تو اس زمانے میں وہیں سکول میں تھیں۔“

مسز وکٹ کو سب کچھ یاد آ جاتا۔ کیونکہ وہ بروک فیلڈ سکول کے ہوسٹل کی نگران رہ چکی تھی۔ اس نے بڑی کفایت سے پیسے جمع کر کے یہ مکان خریدا تھا۔ جس میں اب کرائے دار رہتے تھے اور وہ بڑے مزے سے پرسکون زندگی گزار رہی تھی۔ وہ مسٹر چپس کا دل سے احترام کرتی اور اس کی سب ضرورتوں کا خیال رکھتی تھی۔

مسز وکٹ کے ہاں زندگی واقعی بڑی خوشگوار اور پرسکون تھی۔ چپس کی زندگی میں کوئی تشویش تھی نہ پریشانی۔ اس کی اپنی کفالت کے لئے تو پنشن کی معقول رقم ہی کافی تھی۔ پھر اس نے کچھ رقم جمع بھی کر رکھی تھی۔ اس نے کمرے کو بڑے اچھے طریقے سے سجا رکھا تھا۔ وہ بہت اچھے ذوق کا مالک تھا۔ اس کے اپنے کمرے میں دو تین الماریاں کتابوں سے بھری تھیں۔ اور انعام کی ٹرافیاں، سابقہ طالب علموں کے کارڈ اور دستخط شدہ تصویریں۔ سکول کے زمانے کی سرگرمیوں کی تصاویر، کتابوں میں زیادہ تعداد یونانی اور لاطینی ادب کی کتابوں کی تھیں۔ یہی مضمون تھا جو اس نے ساری عمر پڑھایا

تھا۔ کچھ کتابیں انگریزی ادب کے بارے میں تھیں۔ اور پھر جاسوسی ناولوں کے انبار۔۔۔ سستے ایڈیشن۔۔۔ مسٹر چپس کو ان جاسوسی ناولوں سے بڑی دلچسپی تھی۔ برسہا برس قدیم لاطینی ادب پڑھانے کے بعد بھی وہ لاطینی اور یونانی زبانوں کو مردہ سمجھتا تھا۔

مسز وکٹ کے ہاں زندگی بسر کرتے ہوئے اس کی زندگی میں چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔ کچھ وقت تو وہ پڑھنے میں گزارتا اور زیادہ وقت ماضی کی یادوں میں کھویا رہتا۔ اس کا سر سفید ہو چکا تھا۔ لیکن بڑھاپے کے باوجود اس کی طبیعت میں خوش مزاجی موجود تھی۔ وہ چڑچڑا نہیں تھا۔ وہ چائے پیتا، مہمان نوازی کرتا۔ بروک فیلڈ کی جدید لغت کی اصلاح و ترمیم میں مصروف رہتا یا پھر خط لکھنے بیٹھ جاتا۔ وہ خوش خط نہیں تھا۔ مگر اس کی تحریر پڑھنے میں کبھی کسی کو دشواری نہ ہوتی تھی۔

جب بھی سکول میں کوئی نیا استاد آتا۔ وہ اسے چائے پر ضرور مدعو کرتا۔ اسی طرح نئے طالب علم بھی اس کی میزبانی سے لطف اٹھاتے تھے۔ خزاں کی پہلی سہ ماہی میں دو نئے استادوں کا بروک فیلڈ سکول میں تقرر ہوا تو چپس نے حسب معمول انہیں چائے پر بلوایا۔ چائے پی کر جب وہ واپس آئے تو ایک نے دوسرے سے کہا۔

”یار بڈھا مزیدار کردار ہے۔ تم نے دیکھا چائے کس اہتمام سے بنا رہا تھا۔ بے چارے کی شادی جو نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ اہتمام سے چائے بنا رہا تھا۔“

وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ غلط ہے۔ چپس کنوارا نہیں تھا۔ اس کی باقاعدہ شادی ہوئی تھی۔ یہ اب ایک الگ بات ہے کہ بروک فیلڈ سکول کے استادوں میں سے کسی کو بھی اب یاد نہیں رہا تھا کہ اس کی ایک بیوی بھی ہوا کرتی تھی۔

محبت اور شادی

چائے کی مہک اور آگ کی خوشگوار حدت۔ یادوں کو تازہ کر دیتی تھی۔

1896 ۔۔ بہار کا موسم تھا۔ تب چپس اڑتالیس برس کا ہو چکا تھا۔ اس عمر میں انسان کی عادتیں پختہ ہو جاتی ہیں۔ انسان اپنی زندگی کے ایک خاص سانچے میں ڈھل چکا ہوتا ہے۔ مسٹر چپس کو اس زمانے میں ہاؤس ماسٹر مقرر کیا جا چکا تھا۔

موسم گرما کی چھٹیاں ہوئیں تو وہ اپنے ایک ساتھی روڈین کے ساتھ دیہات کی سیر و تفریح کے لئے چلا گیا۔ ہفتہ بھر انہوں نے خوب سیر کی۔ خوب کوہ پیمائی کی۔ پھر روڈین کو اپنی نجی مصروفیات کی بنا پر واپس جانا پڑا۔ چپس ایک گاؤں میں اکیلا ہی رہ گیا۔ ایک روز جب وہ اس علاقے میں موجود چٹانوں پر چڑھ رہا تھا تو اس نے ایک خاتون کو دیکھا جو ایک چٹان کے خطرناک چھجے پر بڑی بے چین اور مضطرب کھڑی تھی۔ وہ ہاتھ ہلا رہی تھی۔ جس سے چپس نے یہ سمجھا کہ وہ مدد کے لئے بلا رہی ہے۔ چپس اس کی مدد کے لئے چلا تو اس کا پاؤں پھسلا اور ٹخنے میں موچ آ گئی۔

یہ بھی پتہ چل گیا کہ نوجوان خاتون کو کسی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو خود اچھی بھلی کوہ پیما تھی اور ہاتھ ہلا ہلا کر دراصل وہ اپنی ایک سہیلی کو بلا رہی تھی۔ جو پیچھے رہ گئی تھی۔ مسٹر چپس گیا تو اس کی مدد کے لئے تھا مگر موچ آ جانے کی وجہ سے اسے خود اس کی مدد کی ضرورت پڑ گئی۔

اس سے پہلے چپس کو عورت ذات میں کبھی کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی تھی۔ بلکہ

وہ ان کی موجودگی میں گھبرا جایا کرتا تھا۔ وہ چونکہ فطری طور پر کم گو تھا اس لئے عورتوں سے خائف رہتا تھا۔ پھر اس کے زمانے میں عورتوں میں جو آزادی کی لہر چل نکلی تھی وہ اس سے بھی خوش نہیں تھا۔ چپس کا یہ خیال تھا کہ عورت مرد کی محتاج ہے۔ اب جو اسے موچ آئی اور اسے عورت کی مدد کا محتاج بننا پڑا تو اسے بہت تکلیف ہوئی۔ بہرحال اس نوجوان خاتون کی سہیلی بھی آ گئی اور ان دونوں نے مل کر کسی نہ کسی طرح چپس کو گاؤں میں اس کی رہائش گاہ تک پہنچا دیا۔

اس خاتون کا نام کیتھرین برج تھا۔ اس کی عمر پچیس چھبیس برس ہوگی۔ چپس سے کم از کم بائیس برس چھوٹی۔ وہ خاصی خوبصورت تھی۔ آنکھیں شوخ اور چمکدار، نیلے رنگ کی۔ بال بے حد نرم ملائم اور سنہری، سرخ رخسار، کیتھرین اپنی سہیلی کے ساتھ یہاں سیر و تفریح کے لئے آئی ہوئی تھی اور دیہاتی رہائش گاہ میں مقیم تھی۔ وہ یہ سمجھنے لگی تھی کہ چپس کو جو حادثہ پیش آیا ہے، اس کی ذمے دار وہ خود ہے۔ اس لئے وہ ہر روز چپس ادھیڑ عمر کے خاموش طبع شخص کو دیکھنے کے لئے آنے لگی۔ وہ سائیکل پر سوار اکیلی ہی چپس سے ملنے آتی۔ چپس کو خواتین کا اکیلے آنا اور بطور خاص سائیکل کی سواری کرنا بہت ناپسند تھا۔

چپس مجبور تھا۔ موچ کی وجہ سے وہ چل پھر نہیں سکتا تھا۔ کیتھرین کی تیمارداری سے اسے حوصلہ ملا اور یہ احساس بھی ہوا کہ اگر کیتھرین اس سے ملنے نہ آتی تو وہ بڑی تنہائی اور بے بسی محسوس کرتا۔

کیتھرین کے بارے میں اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ ایک گورنس ہے اور ان دنوں بیکار تھی۔ اس نے کچھ رقم جمع کر رکھی تھی۔ اس کی وجہ سے وہ مالی پریشانی کا شکار نہیں ہوئی تھی۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی اور عورتوں کے حقوق کی زبردست پرچارک بھی تھی۔ وہ خاصے انقلابی خیالات رکھتی تھی۔

جب وہ چپس سے ملنے آتی تو موسم گرما کی ان لمبی دوپہروں میں اپنے ان خیالات کا

اظہار بڑے جوش سے کیا کرتی۔ چپس کم گو شخص تھا اس لئے وہ نہ تو بحث کرتا نہ اس کے خیالات کی مخالفت۔ ادھر کیتھرین کی سہیلی چلی گئی مگر وہ اکیلی ہی وہاں رہی۔

چپس اب بیساکھیوں کے سہارے لڑکھڑا کر چلنے لگا تھا۔ وہ دھوپ میں جا کر بیٹھ جاتا اور کیتھرین کے بارے میں سوچنے لگتا۔ یہ سوچ فطری تھی۔ جب وہ اس سے ملنے آتی اور باتیں کرتی تو چپس کو یہ بھی محسوس ہونے لگا کہ اسے اس کی نسوانی رفاقت میں بڑا سکون ملتا ہے۔ چپس میں یہ جرات نہیں تھی کہ وہ اسے بدصورت قرار دے سکتا۔ کیونکہ کیتھرین واقعی خوبصورت اور جاذب نظر تھی۔۔ بہرحال ایسی کوئی عورت ایسے انداز میں مسٹر چپس کی زندگی میں نہیں آئی تھی۔ اور یہ تو وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسے انقلابی اور جدید خیالات رکھنے والی نوجوان خاتون اس کے حواس پر چھا جائے گی۔

اب وہ اس کا انتظار کرنے لگا کہ وہ کب سائیکل پر سوار اسے ملنے آتی ہے۔

کیتھرین بھی چپس سے متاثر ہوتے بغیر نہ رہ سکی۔ اس کا خیال تھا کہ ادھیڑ عمر کے ایسے لوگ جو ٹائمز اخبار کا مطالعہ کرتے ہیں، وہ بہت قدامت پسند ہوتے ہیں اور جدید خیالات سے نفرت کرتے ہیں۔ مگر چپس کی کم گوئی اور سنجیدگی نے اسے بہت متاثر کیا۔ وہ مسٹر چپس میں دلچسپی لینے لگی۔ اور سچی بات یہ ہے کہ خود اسے بھی یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ دلچسپی کیسے پیدا ہوئی ہے۔ بہرحال چپس کی ساری قدامت پسندی اور اخلاقی اصولوں کے باوجود اسے چپس کی صاف گوئی پسند آئی۔ پھر اسے چپس کی مسکراہٹ اور بھوری آنکھیں بہت اچھے لگنے لگیں۔

ان دونوں کی ملاقات کو سات دن ہو گئے تھے اور ابھی چپس کو بیساکھیوں سے نجات بھی نہ ملی تھی کہ چپس کیتھرین کا گرویدہ ہو گیا اور کیتھرین نے بھی اسے اپنانے کا فیصلہ کر لیا۔ یوں سکول کی چھٹیاں ختم ہونے سے ایک ہفتہ پہلے ان دونوں کی لندن میں شادی ہو گئی۔

الوداع مسٹر چپس

اب مسز وکٹ کے ہاں اپنے بڑھاپے کے دنوں کو ماضی کی یادوں سے سجا کر گزارنے والا مسٹر چپس اپنے اس پاؤں کا بہت شکر گزار تھا جسے موچ آئی اور اس کے نتیجے میں اسے زندگی کی بہت بڑی خوشی کیتھرین کی شکل میں نصیب ہوئی۔

اگرچہ اس کے بعد وہ ساری عمر اس دیہاتی علاقے میں نہیں گیا تھا۔ جہاں اس کی کیتھرین سے ملاقات ہوئی تھی لیکن وہاں کی ایک ایک تفصیل اس کے دل میں ہمیشہ محفوظ اور روشن رہی۔ وہ شاندار چٹانیں، جھیل، موسلا دھار بارشیں، پگڈنڈیاں اور پھر جھیل کے کنارے بیٹھنا اور چہل قدمی، فضا میں رچی ہوئی خوشبوئیں اور پھر کیتھرین کی میٹھی ہنسی۔

کیتھرین ہمیشہ خوش نظر آتی تھی۔

ان دونوں نے کئی منصوبے بنائے اور کئی خواب دیکھ ڈالے۔ چپس البتہ قدرے بے چین سا رہتا کہ کیتھرین کو کہیں بروک فیلڈ میں رہنے سے کوئی دشواری پیدا نہ ہو۔ سکول کے کچھ اساتذہ ایسے تھے جو شادی شدہ تھے اور ان کی بیویاں ان کے ساتھ ہی رہتی تھیں۔ کیتھرین کہتی تھی کہ اسے سکول کے بچے اچھے لگتے ہیں۔ مگر چپس دل میں ڈرتا رہتا تھا کہ سینکڑوں طالب علموں کی موجودگی کہیں کیتھرین کے لئے ناخوشی کا باعث نہ بن جائے۔

کیتھرین نے اسے کہا تھا۔

"جب میری تمہاری پہلی ملاقات ہوئی تو میں سمجھی کہ تم کوئی وکیل ہو، دندان ساز ہو یا پھر کوئی کارخانہ دار، مگر تم سکول ماسٹر نکلے۔ ان سب سے مختلف، ان سب سے زیادہ اہم۔ میں سوچتی ہوں کہ ایک استاد بے شمار زندگیوں کو متاثر کرتا ہے۔ ان بچوں کی زندگیاں جنہیں مستقبل کی دنیا کی ذمے داریاں سنبھالنی ہوتی ہیں۔ اس سے زیادہ خلق خدا کی خدمت اور کیا ہو سکتی ہے"

چپس اسے جواب میں کہتا۔

"میں نے تو کبھی اس طرح سوچا تک نہیں۔ نہ میرے دل میں کبھی ایسا کوئی خیال ہی آیا۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ مجھے اپنا فرض، محنت اور ایمانداری سے ادا کرنا ہے اور مجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے، میں وہ کرتا ہوں۔"

وہ بڑے پیار اور فخر سے کہتی۔

"چپس تمہاری یہی سادگی اور خلوص مجھے بہت پسند ہیں۔"

ایک دن چمکیلی صبح کے وقت چپس نے اسے اپنے بارے میں بتاتے ہوئے کہا تھا۔

"میری تعلیمی قابلیت غیر معمولی نہیں ہے۔ بلکہ عام سی ہے۔ سکول میں طالب علموں کو جس نظم و نسق کا پابند کرنا ہوتا ہے۔ اس کی صلاحیت بھی مجھ میں کم ہے۔ میں تو اس پیشے کے آغاز میں سمجھتا تھا کہ میں ترقی ہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں اپنے آپ کو شادی کے لئے موزوں نہیں سمجھتا تھا"۔

وہ کیتھرین کو بڑی کسر نفسی سے اپنے بارے میں بتاتا رہا۔

سارا قصہ سننے کے بعد کیتھرین اپنے خاص شیریں انداز میں ہنسی اور بات ختم کر دی۔

کیتھرین کے والدین مر چکے تھے۔ اس لئے اس کی رخصتی اس کی خالہ کے گھر سے ہوئی۔ شادی سے ایک دن پہلے جب چپس اسکی خالہ کے ہاں سے رخصت ہو کر

اپنے ہوٹل جا رہا تھا تو کیتھرین اسے دروازے تک چھوڑنے آئی اور کہنے لگی۔

"آج کی رات بہت اہم ہے۔ آج تم آخری بار مجھے خدا حافظ کہہ رہے ہو۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا سکول میں پہلا دن ہو اور مجھے تمہاری کلاس میں داخل ہونا ہے۔ ویسے مجھے کوئی ڈر یا خوف محسوس نہیں ہو رہا، بس رعب طاری ہو رہا ہے۔ سوچتی ہوں تمہیں ادب سے جناب یا مسٹر چپس کہہ کر بلاؤں یا محض چپس ہی ٹھیک ہے۔۔۔ اچھا تو الوداع مسٹر چپس۔"

ہاں مختلف طرح کی گونجتی ہوئی آوازوں میں یہ آواز جو "الوداع مسٹر چپس" کہہ رہی تھی اسے ہمیشہ یاد رہی۔۔۔ ہاں۔۔۔ "الوداع مسٹر چپس۔"

تبدیلیاں

اور پھر اس کی زندگی خوشیوں سے بھر گئی۔

ایسی خوشیاں کہ جنہیں وہ اب بھی یاد کر کے سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ کیا ایسی خوشیاں دنیا میں اس سے پہلے یا اس کے بعد کسی کو میسر آئی تھیں؟ ان کی شادی بہت کامیاب اور شادماں ثابت ہوئی۔ چپس ہی اپنی بیوی کا گرویدہ نہیں تھا بلکہ اس کے حسن کے جادو نے بروک فیلڈ کو فتح کر لیا تھا۔ سکول کے استاد اور طالب علم سب کیتھرین کی تعریف کرتے۔ استادوں کی بیویاں جو پہلے اس کی خوبصورتی کی وجہ سے کیتھرین سے کچھ بد ظن سی تھیں، وہ بھی اسے پسند کرنے لگیں۔

سب سے بڑی تبدیلی تو چپس میں رونما ہوئی۔ جس نے اس کی عزت اور مقبولیت میں اضافہ کیا۔ کیتھرین نے چپس کی زندگی کو نیا نکھار دیا۔ اس سے پہلے وہ اپنی خشک طبیعت اور سنجیدگی کی وجہ سے بروک فیلڈ میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس میں ایسی کوئی خوبی نہیں تھی کہ لوگ اسے پیار بھی کرتے۔ بروک فیلڈ میں پڑھاتے اسے شادی سے پہلے پچیس برس ہو چکے تھے۔ لوگ اسے ایک محنتی اور بھلا آدمی سمجھتے تھے۔ لوگوں کو اس کی صلاحیتوں کا بھی پتہ چل چکا تھا۔ ہر شخص یہ سمجھنے لگا تھا کہ چپس کو جو بننا تھا وہ بن چکا ہے۔ اب کچھ مزید کرنا اس کے بس میں نہیں ہے۔ وہ اپنے پیشے کی اس دلدل میں دھنسنے لگا تھا۔ جس میں ہر استاد کو ایک دن دھنسنا پڑتا ہے۔ وہی روز کا رٹا رٹایا سبق دہرانا اور بس پھر وہیں رک جانا۔۔۔ اس میں کیا شک تھا کہ چپس محنتی

تھا۔ فرض شناس تھا اور پر اعتماد بھی۔ مگر اس کا پڑھانے کا طریقہ یکسانیت کی وجہ سے روح سے عاری تھا۔ کسی بھی جوش اور ولولے سے خالی۔۔۔

جب اس سے کہیں کم عمر نوجوان کیتھرین اس کی زندگی میں بیوی بن کر آئی تو چپس کی پوری شخصیت تبدیل ہونے لگی۔ کیتھرین نے اس کے سوئے ہوئے ذہن کو بیدار کر دیا۔ وہی چیزیں جو چپس کے لئے پرانی اور بے معنی تھیں، اسے نئی اور با معنی دکھائی دینے لگیں۔ اس کے دبے ہوئے جذبات بیدار ہونے لگے۔ اس کی آنکھیں ایک نئی چمک سے آشنا ہوئیں۔ اسے ایک نیا حوصلہ ملا۔ اس کی خوش مزاجی عود آئی۔ سکول میں طالب علموں کے نظم و نسق کے معاملے میں جہاں وہ پہلے اپنے آپ پر زیادہ اعتماد نہ کرتا تھا، اب اس نے زیادہ اعتماد سے یہ کام سنبھال لیا۔ بلکہ بعض اوقات اسے اپنے سخت رویئے کو خود ہی نرم کرنا پڑتا۔

چپس جب بروک فیلڈ میں آیا تھا تو اس کی تین خواہشیں تھیں۔ ایک یہ کہ طالب علم اس کے حکم کی تعمیل کریں۔ دوسری یہ کہ اسے عزت ملے اور تیسری خواہش یہ تھی کہ لوگ اسے دل سے پیار کریں۔ پہلی دونوں خواہشیں پوری ہو گئی تھیں اور اب پہلی بار اسے محبت ملی تھی۔ اس کے طالب علم اب اسے بے ساختہ پیار کرنے لگے تھے۔ کیونکہ وہ پہلے کی طرح کمزور نہیں رہا تھا۔ اب لڑکے چونکہ اسے مہربان اور طاقتور سمجھنے لگتے تھے اس لئے اسے دل سے چاہنے بھی لگے۔ طالب علم اس کی رفاقت میں کچھ مسرت محسوس کرتے اب وہ کلاس میں انہیں مزیدار لطیفے اور چھوٹے چھوٹے چٹکلے سنا کر خوش کر دیتا بلکہ ان کے ذہنوں میں سبق بھی پختہ ہو جاتا۔ اب وہ بات سے بات نکالنے لگا تھا۔ تدریس دلچسپ اور موثر ہو گئی تھی۔

کیتھرین نے اپنے شوہر چپس کے خیالات میں وسعت پیدا کی۔ اب وہ صرف بروک فیلڈ کی دنیا میں ہی نہیں رہتا تھا۔ بلکہ اپنے وطن کی عظمت اور وسعت کو بھی پوری طرح محسوس کرنے لگا تھا۔ کیتھرین چپس سے زیادہ ذہین تھی۔ بہت سی ایسی باتیں

جنہیں وہ پسند نہیں کرتا تھا۔ ان پر بھی وہ کیتھرین سے بحث نہیں کرتا تھا۔ اصل میں ان دونوں نے ایک دوسرے کو سچے دل سے قبول کیا تھا اس کے نتیجے میں چپس میں زیادہ تحمل پیدا ہوا۔ روشن خیالی نے اس کے ذہن کو تبدیل کر دیا۔

ایسا بھی ہوا کئی بار کیتھرین نے چپس کو اپنا مکمل طور پر ہم خیال بنا لیا۔ ایک واقعہ تو بہت اہم ہے۔ جو مسٹر چپس کو اب بھی یاد آتا تھا۔

لندن کے مشرقی حصے میں پاپلر نام سے ایک خیراتی سکول تھا۔ غریبوں کے اس علاقے میں اس سکول میں غریب بچے ہی پڑھتے تھے۔ اس خیراتی سکول کو بروک فیلڈ کے سرپرستوں کی طرف سے بھی مدد ملتی تھی۔ مالی مدد تو خوب دی جاتی لیکن غریبوں کے اس سکول میں کوئی دلچسپی لینے کو کبھی تیار نہ ہوا تھا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ غریبوں کے اس سکول پاپلر اور اس میں پڑھنے والے طالب علموں کو بروک فیلڈ والے حقیر اور کمتر سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنی برتری قائم رکھنے کیلئے انہیں منہ لگانے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ کیتھرین نے یہ تجویز پیش کی کہ پاپلر سکول کی فٹ بال ٹیم کو بروک فیلڈ میں میچ کھیلنے کی دعوت دی جائے۔

کیتھرین کی اس تجویز کو کسی نے بھی پسند نہ کیا۔ استادوں نے سرد مہری کا ثبوت دیا۔ طالب علموں سے بھی اگر رائے لی جاتی تو شاید ہی کوئی طالب علم ایسا ہوتا جو اسے قبول کرتا۔ ورنہ سب اس کے مخالف نکلتے۔ استاد سمجھتے تھے کہ ہمارا سکول اور ہم بہت مہذب اور برتر ہیں جبکہ پاپلر سکول کے طالب علم کمتر اور گنوار ہیں۔ اگر انہیں فٹ بال کا میچ کھیلنے کی دعوت دی گئی تو کوئی ناخوشگوار حادثہ بھی پیش آسکتا ہے۔ پھر نچلے طبقے کو اعلیٰ طبقے سے کیوں متعارف کرا دیا جائے۔ اس طرح تو کئی فتنے سر اٹھا سکتے ہیں۔

دوسرے استادوں کے ساتھ چپس نے بھی اس تجویز کی زبردست مخالفت کی۔
کیتھرین نے ہمت نہیں ہاری اور اپنی مہم جاری رکھی۔ وہ چپس سے کہتی۔

"تم سب غلطی پر ہو۔ تم مستقبل کو کیوں سامنے نہیں رکھتے۔ بتاؤ کیا انگلستان ہمیشہ اسی اونچ نیچ میں پھنسا رہے گا۔ تم لوگ ان غریب لوگوں کو کمتر کیوں سمجھتے ہو۔ یہ بھی اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں، جتنے بروک فیلڈ کے طالب علم۔ تمہاری بے نیازی کب تک قائم رہے گی۔ مالی مدد یا عطیہ دے دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ تم لوگ جو اپنے آپ کو برتر سمجھتے ہو تو اس کا کیا جواز ہے؟ ذرا سوچو۔ انہی غریب بچوں میں سے آنے والے دنوں میں کئی ذہین بچے بروک فیلڈ بھی تو آسکتے ہیں۔ وہ بھی تو ملک کا مستقبل ہیں۔ زمانہ بدل چکا ہے۔ تمہیں بھی اپنے پرانے خیالات کو تبدیل کرنا ہو گا۔"

وہ اسے قائل کرنے کی کوشش کرتی رہتی، نرمی سے، دلیل سے اور خلاف توقع چپس اس کا ہم خیال بن گیا۔ اس نے جس تجویز کی بڑی سختی سے مخالفت کی تھی۔ وہ اس کا زبردست حامی بن گیا۔ اس کی اس قلابازی پر اس کے ساتھی استاد حیران ہوتے پھر اس کے ہم خیال ہوتے چلے گئے۔ اور پھر کیتھرین کی تجویز کو ایک دن عملی جامہ پہنا دیا گیا۔

ہفتے کے دن دوپہر کو پاپلر کی فٹ بال ٹیم بروک فیلڈ آئی اور سات کے مقابلے میں پانچ گول کر کے ہار گئی۔ جب میچ ختم ہوا تو مہمان ٹیم کو پرتکلف چائے پلائی گی۔ ہیڈ ماسٹر سے ان کا تعارف کروایا گیا۔ اس کے بعد بروک فیلڈ کی سیر کروائی گئی۔ جب شام ہوئی تو چپس انہیں رخصت کرنے ریلوے سٹیشن تک گیا۔ کسی قسم کا کوئی ہنگامہ ہوا نہ بدمزگی۔ مہمان ٹیم یہ تاثر لے کر گئی کہ میزبان بہت اچھے مہربان اور خلیق تھے اور میزبان اپنی جگہ خوش تھے کہ سب کچھ خوش اسلوبی سے ہوا۔

پاپلر سکول سے جو ٹیم آئی تھی۔ اس کے طالب علموں کو وہ خاتون ہمیشہ یاد رہی۔ جس نے ان کا پرجوش استقبال کیا اور ان سے خوب گھل مل کر باتیں کی تھیں۔ وہ کیتھرین تھی۔ چپس کی اہلیہ۔ وہ اس خوبصورت خاتون کو کبھی نہ بھلا سکے۔

کئی برسوں کے بعد جنگ عظیم کا آغاز ہو چکا تھا تو ایک فوجی ایک دن چپس

سے ملنے آیا۔ ان دنوں بروک فیلڈ کے قریب ایک فوجی کیمپ قائم کیا گیا تھا اور وہ فوجی جوان بھی وہیں مقیم تھا۔

اس نے چپس کو بتایا کہ وہ ان طالب علموں میں سے ایک ہے جو پہلی بار پاپلر سکول سے وہاں فٹ بال کا میچ کھیلنے آتے تھے۔

چپس نے اسے چائے پلائی اور بہت دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ جب وہ رخصت ہو رہا تھا تو اس نے مسٹر چپس سے ہاتھ ملاتے ہوئے پوچھا۔

"جناب خاتون کیسی ہیں۔۔۔ مجھے وہ اب بھی بہت اچھی طرح یاد ہیں۔"

چپس نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

"سچ کہو، کیا وہ تمہیں اب بھی یاد ہیں؟"

فوجی نے جواب دیا۔

"بہت اچھی طرح یاد ہیں۔ ہم جتنے لڑکے یہاں میچ کھیلنے آتے تھے، ان میں سے کوئی بھی انہیں نہیں بھولا۔"

بہت افسردہ مسکراہٹ کے ساتھ چپس نے اسے بتایا۔

"یہاں اب کوئی بھی ایسا نہیں، جسے وہ یاد ہو۔ طالب علم آتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ یادیں مٹ گئی ہیں۔ استاد بھی آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اور پھر گربل۔ جب سے سکول سے ریٹائر ہوا ہے، کوئی بھی ایسا نہیں جس نے میری بیوی کو کبھی دیکھا ہو، جس برس تم یہاں میچ کھیلنے آتے تھے، اسی سال میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا۔ تمہاری آمد کے چند ماہ بعد۔۔۔۔"

فوجی نے کہا۔

"مجھے یہ سن کر بے حد دکھ ہوا۔ میرے دو تین ساتھی اور بھی ہیں جنہیں وہ خاتون بہت اچھی طرح یاد ہیں۔ حالانکہ ہم نے انہیں صرف ایک بار ہی دیکھا تھا۔ لیکن ہم میں سے کوئی بھی انہیں کبھی نہیں بھلا سکا۔"

چپس نے کہا۔

"مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ ہاں بڑا شاندار دن تھا۔ کھیل بھی بڑا کانٹے کا ہوا تھا۔"

فوجی نے کہا۔

"وہ دن میری زندگی کے سب دنوں کے مقابلے میں بہترین تھا۔ کاش۔۔۔۔ آج آج نہ ہوتا۔ وہی زمانہ پلٹ آتے۔ کل صبح مجھے فرانس کے محاذ پر جانے کا حکم مل چکا ہے۔"

اس ملاقات کے ایک یا دو ماہ کے بعد چپس کو معلوم ہوا کہ وہ فوجی محاذ پر مارا گیا ہے۔

یادوں کی شمع

یادوں کی کبھی نہ بجھنے والی ایک شمع تھی۔ جو چپس کے دل میں روشن تھی۔ مسز وکٹ کے ہاں اپنی زندگی کے یہ دن بسر کرتے ہوئے وہ یادوں کی اس شمع کی روشنی میں تنہائی کے اندھیرے دور کرتا رہتا۔ اور پھر کیتھرین کی یادیں۔۔۔

سیر کرتے وقت پگڈنڈی پر چلتے ہوئے کیتھرین اس کے ساتھ ساتھ چل رہی ہوتی۔ جب وہ طالب علموں کے امتحانی پرچے دیکھ رہا ہوتا تو وہ اس کے کندھے پر جھکی ہوتی۔ سکول میں موسیقی کی تمام محفلوں میں وہ حصہ لیتی اور پیانو بجایا کرتی تھی۔ اسے موسیقی سے بہت دلچسپی تھی۔ جب انعامات کی تقسیم کی تقریب ہوتی تو بھی وہ موجود ہوتی۔ پرجوش، پرخلوص اور ہر دم سرگرم۔

اس کے ان گنت روپ تھے اور کیتھرین کا ہر روپ ایک سے بڑھ کر ایک تھا۔ اس کی ہر بات کو چپس توجہ سے سنتا تھا۔ اگر کسی بات سے متفق نہ بھی ہوتا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

وہ کسی طالب علم کے بارے میں کوئی سخت اقدام کرنے کا فیصلہ کرتا تو کیتھرین اسے سمجھاتی۔

"اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو اسے معاف کر دیتی۔ اس کی یہ حرکت ایسی سنگین تو نہیں ہے۔"

وہ جواب دیتا۔

"اگر میں اسے معاف کر دوں تو پھر یہی حرکت دہرائے گا۔"

وہ اسے ایک بار ایک موقع دینے کی سفارش کرتی۔ چپس کہتا۔

"اچھا سوچوں گا۔"

چپس۔ اگر کسی طالب علم کو سکول سے نکالے جانے کا فیصلہ کرتا تو وہ اسے سمجھاتی کہ اس لڑکے کو معاف کر دیا جائے۔ چپس کو مجبور کرتی کہ وہ خود اس لڑکے کو سمجھائے لیکن پرنسپل کو اس واقعے کی اطلاع نہ دے۔ ورنہ پرنسپل تو اسے سکول سے خارج کر دے گا۔

چپس ایسے معاملوں پر اس سے بحث کرتا۔ اور پھر ایسا کم ہی ہوگا کہ وہ کیتھرین کی بات نہ مانتا اور اپنی ضد پر اڑا رہتا۔ کیتھرین دلیل ایسے انداز سے پیش کرتی تھی کہ چپس کے لئے اس کی بات رد کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ وہ خود بھی دل میں محسوس کرنے لگا تھا کہ بعض باتوں پر تو وہ بے کار ہی ضد کرنے لگا تھا۔

اور کیتھرین کی موت کے بعد وہ کیتھرین کے طلسم سے باہر نہ نکل سکا۔ جب کسی لڑکے کو سزا دینے کا معاملہ سامنے آتا تو اس کے دل میں اس لڑکے کے لئے رحم اور معافی کا جذبہ پیدا ہو جاتا۔ چھوٹا سا طالب علم آنکھیں جھکائے سہما ہوا اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کیلئے کھڑا ہوتا اور اس لمحے چپس کو کیتھرین کی یاد آ جاتی۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھتیں۔ اسے ایسا ہی کوئی واقعہ یاد آ جاتا جو کیتھرین کی زندگی میں اس کے سامنے ہوا تھا۔ وہ اس واقعے کو یاد کرتا پھر اسے کیتھرین کی باتیں یاد آتیں۔ شریر لڑکے کے لئے اس کے دل میں رحم پیدا ہونے لگتا۔ پھر وہ سوچتا۔ کیتھرین ضرور اصرار کرتی کہ اسے معاف کر دو۔ اور پھر وہ اسے معاف کر دیتا۔

یادیں یادیں۔۔۔۔۔ چھوٹے چھوٹے واقعات کا ہجوم۔ وہ سوچتا صدیوں سے یہی ہو رہا ہے کہ انسان پیدا ہوتا اور مر جاتا ہے۔ کسی کی یاد باقی رہتی ہے اور کسی کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اب کیتھرین کی یادیں تو بس اس کے دل میں ہی رہ گئی تھیں اور وہ

سوچتا جب میں بھی مرجاؤں گا تو اس کے ساتھ ہی یادیں بھی ہمیشہ کے لئے مرجائیں گی۔ اور یادوں اور واقعات کا بھی کیا ہے۔ ایک واقعہ جب وہ پیش آیا تھا اس وقت کتنا مزیدار اور قہقہہ خیز تھا لیکن اب اس کی یاد آتی ہے تو اس سے ہنسی نہیں آتی۔

کبھی کبھی چیپں کے دل میں یہ ارادہ بھی پیدا ہوتا کہ وہ اپنی ان یادوں کو قلم بند کر کے محفوظ کر دے۔

موت

1898 ۔ موسم بہار کا ایک دن۔۔۔۔۔۔

چیپں دیوانوں کی طرح بروک فیلڈ کی گلیوں میں گھوم رہا تھا۔ یہ وہ دن تھا جو ہمیشہ اس کے ذہن میں محفوظ رہا۔ اسے یاد آتا رہا۔ اس روز اس کی حالت ایسی تھی جیسے وہ کوئی انتہائی ہولناک خواب سے گزر رہا ہو اور اس خواب سے بھاگنا چاہتا ہو وہ کسی ایسی دنیا میں جانے کا آرزو مند تھا۔ جہاں حالات اس کی اپنی دنیا سے مختلف ہوں۔

ایک ننھا طالب علم فاکز اسے سکول کے قریب ایک گلی میں ملا۔ اس نے کہا۔

”سر کیا آج مجھے دوپہر کو چھٹی مل سکتی ہے۔ میرے گھر سے لوگ آرہے ہیں۔“

اسے کچھ سمجھ نہ آیا کہ ننھا شاگرد کیا کہہ رہا ہے۔ پھر یہی کہا۔

”ہوں۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔ کیا کہا۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔“

ننھے شاگرد فاکز نے کہا۔

”میں شام کو گرجے بھی نہ آسکوں گا سر۔“

”اچھا اچھا“ اس نے جواب دیا۔

”اور سر اگر آپ کی اجازت ہو تو میں سٹیشن تک چلا جاؤں اپنے مہمانوں کو لینے۔۔۔“

چیپں اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ چیخ کر کہے

”میری طرف سے تم جہنم میں جاؤ۔۔۔۔۔“

مگر وہ اسے یہ نہ کہہ سکا بس ہاں میں سر ہلا دیا اور لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

وہ اسے کیسے بتاتا کہ....

اس کی بیوی مر گئی ہے۔ اس کا بیٹا مر گیا ہے۔ اور وہ خود مرنا چاہتا ہے چپس کو اس وقت تنہائی کی ضرورت تھی۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرے۔ وہ کسی کی زبان سے تعزیت سننے کیلئے تیار نہیں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی کی ہمدردی سے پہلے وہ اس انتہائی غیر متوقع صورتحال سے خود کو مانوس کر لے۔

ہر روز کی طرح اس نے حاضری کے بعد چوتھی جماعت کے لڑکوں کو پڑھانا شروع کر دیا، انہیں گرائمر کے قواعد یاد کرنے کے لئے کہا اور خود اپنی میز پر بیٹھ کر اپنے خیالوں میں کھو گیا۔ اس کا ذہن عجیب طرح سے بے حس ہوتا جا رہا تھا۔

پھر اچانک ایک لڑکے نے کہا۔

"سر آپ کے نام بہت سے خطوط آتے ہوتے ہیں۔"

مسٹر چپس نے دیکھا واقعی بہت سے خطوط اس کی میز پر اس کی اپنی کہنی کے نیچے پڑے تھے۔ وہ سب لفافوں کو کھولتا گیا۔ ایک ایک کر کے سب میں سے سادہ کاغذ کے سوا کچھ نہ نکلا۔ اس کا ذہن تو کہیں اور الجھا ہوا تھا اس لئے اس نے اس عجیب صورتحال سے زیادہ اثر قبول نہیں کیا۔ وہ تو اس وقت کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہ رہا تھا۔

کئی دن گزرنے کے بعد جب اس کی بے حسی ختم ہوئی اور وہ غم کی شدت سے قدرے باہر نکلا تو اسے خیال آیا کہ طالب علموں نے ان سادہ کاغذوں والے لفافوں سے دراصل اسے یکم اپریل کی روایت کے مطابق بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی۔ یہ ان کی شرارت تھی......

اس کی بیوی اور اس کا بیٹا ایک ہی دن اسے ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ بیٹا جو اسی روز یکم اپریل 1898ء کو پیدا ہوا تھا۔

وقار اور سکون

بچے اور بیوی کی موت کے بعد چپس نے وہ کشادہ فلیٹ چھوڑ دیا۔ جہاں وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا اور پھر سے اس چھوٹے فلیٹ میں چلا گیا۔ جہاں وہ شادی سے پہلے رہا کرتا تھا۔

کچھ دنوں تک تو اس پر غم اور دکھ کا اتنا غلبہ رہا اور وہ اتنا مایوس تھا کہ اس نے ملازمت چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا مگر ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اور کہا تھا۔

"نہیں اس وقت نہیں۔"

بعد میں وہ ہیڈ ماسٹر صاحب کا شکر گزار ہوا کہ اس کے غم اور دکھ کا مداوا تو مصروفیت میں ہی تھا۔ اگر وہ ملازمت بھی چھوڑ دیتا تو..... کبھی وہ خلا پر نہ ہوتا جو کیتھرین اور بیٹے کی موت سے پیدا ہوا تھا۔

سب لوگ جو اسے دیکھتے انہوں نے محسوس کیا کہ چپس بدل گیا ہے۔ جس طرح کیتھرین کے ساتھ شادی نے اسے بدل دیا تھا۔ اسی طرح اس کی موت نے اسے یک لخت بوڑھا کر دیا تھا۔ دیکھنے میں وہ نہ تو کمزور دکھائی دیتا نہ ہی کوئی کہتا کہ وہ نحیف ہو گیا ہے۔ اب بھی وہ کرکٹ کھیلتا تو نصف سنچری بنا لیتا۔ کھیل کے علاوہ کام میں بھی اس کی دلچسپی اور محنت میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ یہ الگ بات کہ اس کے بال چند برس پہلے سے پکنے لگے تھے لیکن کسی نے ان کا نوٹس نہ لیا تھا۔ لیکن اب اس کے بالوں کی بدلتی

رنگت کو لوگ محسوس کرنے لگے تھے۔

اس کی عمر اب پچاس برس ہو چکی تھی۔ ایک روز کرکٹ کھیلتے ہوئے اس نے زوردار بیٹنگ کی تو اس نے سنا کہ ایک لڑکا کہہ رہا ہے۔

"واہ بھئی، اس بڑھاپے کے باوجود کیسا زوردار کھیلتا ہے۔"

تیس برس بعد جب چپس اسی برس کا ہوا تو بھی وہ اس واقعہ کو یاد کر کے مزہ لیتا تھا۔ اسے یاد آتا یہ بات ایک طالب علم نیلر نے کہی تھی اب نیلر خود بھی پچاس برس کا ہو گیا ہو گا۔ چپس سوچتا۔ اب نیلر کیا سوچتا ہو گا۔ چپس کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ نیلر ایک وکیل بن چکا ہے اور عام طور پر وکیلوں کی عمر لمبی ہوتی ہے۔ ہالز بری وکیل بیاسی برس کی عمر میں چانسلر بنا تھا اور ننانوے سال کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ وہ دل میں کہتا۔

عمر تو اسے کہتے ہیں۔ ۔۔۔ بھلا پچاس برس میں بڑھاپا کہاں آتا ہے؟ وہ تو اس عمر کے آدمی کو کم سن سمجھتا تھا۔۔۔۔

چپس کی یہ سوچ تھی بھی صحیح کیونکہ اس کی شخصیت میں جو نرمی اور پختگی تھی وہ تو اسے بڑی عمر میں جا کر نصیب ہوئی تھی۔ پہلے وہ نظم و نسق کے جن امور کے بارے میں پریشان رہتا تھا وہ اب دور ہو چکے تھے اس طرح اپنی محدود صلاحیتوں کا جو غم کھاتے رہتا تھا۔ تجربے نے اس غم کو بھی دور کر دیا۔ اس بروک فیلڈ کے ساتھ اس کی طویل وابستگی نے اسے ایک طرح کا فخر اور اعتماد بخشتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے بروک فیلڈ اور چپس لازم و ملزوم ہو چکے ہیں۔

چونکہ وہ طویل مدت سے بروک فیلڈ میں ملازمت کر رہا تھا۔ اس لئے اسے کچھ ایسی مراعات بھی حاصل ہو گئی تھیں جو قاعدے قوانین سے ماورا ہوتی ہیں۔ وہ سنکی پن جو استادوں کی خصوصیت بن جاتا ہے۔ اب اس کا حق بن گیا تھا۔ اس کی واضح مثال تو اس کا وہ پرانا گاؤن تھا جو زمانے کی سردی گرمی سہتے ہوئے بے حد بوسیدہ اور بدنما ہو

چکا تھا۔ چپس کے علاوہ کوئی بھی شخص ہوتا تو کبھی کا ایسے گاؤن سے وہ نجات حاصل کر چکا ہوتا۔ مگر وہ اسی گاؤن کو پہن کر سیڑھیوں کے سامنے کھڑا ہو کر جب طالب علموں کی حاضری لیتا تو یوں لگتا جیسے وہ کوئی مقدس رسم ادا کر رہا ہے۔ لڑکوں کے ناموں کی فہرست ایک رول کی صورت میں اس کے پاس ہوتی۔ اسے وہ بورڈ سے ٹکا کر طالب علموں کے نام بولتا، حاضری سنتا۔ وہ بڑے محتاط انداز میں یہ بھی دیکھ لیتا کہ حاضری وہی طالب علم بول رہا ہے جس کا نام لیا جا رہا ہے۔ یا کوئی دوسرا اس کی جگہ حاضری بول رہا ہے۔

ایسے میں اس کی ناک پر دھرا چشمہ اوپر نیچے بھی ہو جاتا اور پھر وہ عجیب زاویے سے طالب علموں کو دیکھتا۔ جس روز تیز ہوائیں چل رہی ہوتی تھیں اس روز اس کا پرانا گاون اور حاضری کا رول پھڑپھڑا کر عجیب آوازیں پیدا کرتے۔ اور پھر اس کے برف جیسے سفید بال اڑ اڑ کر اس کی پریشانی میں اضافہ کرتے۔ لڑکوں کے لئے یہ منظر بہت دلچسپ تھا اور انہیں جب موقع ملتا، وہ چپس کے اس انداز کی نقل اتارتے تھے۔

ہر روز حاضری کے وقت نام پکارنے سے اس کے ذہن میں یہ نام خود بخود اسی ترتیب سے آنے لگتے تھے۔

بہت کچھ بدل گیا تھا۔ بہت کچھ بے معنی ہو گیا تھا۔

اگر دور کھڑے ہو کر کسی پہاڑی سلسلے کو دیکھیں تو ایک پہاڑ کے پیچھے دوسرا پھر اس کے پیچھے تیسرا پہاڑ دکھائی دیتا ہے۔ ایسے ہی چپس کو بروک فیلڈ کے پیچھے دنیا ایک دوسرے سے متصادم دکھائی دیتی۔ اس دنیا کو اب وہ کیتھرین کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ کیتھرین اسے اپنی غیر معمولی ذہانت تو نہ دے سکی تھی لیکن یہ جو وقار اور سکون چپس کے اندر تھا، وہ اسی کیتھرین کے عطیات تھے۔ اس کے اندر یہ اعتماد ایک خاص قسم کی خوشدلی بھی لئے ہوتے تھا۔

ایک بار جب انگلستان کے وزیر اعظم لائیڈ جارج بروک فیلڈ سکول میں مہمان

خصوصی کی حیثیت سے آتے اور جب چپس کا تعارف ان سے کرایا گیا تو چپس نے وزیر اعظم کو مخاطب کر کے کہا۔

"مسٹر لائیڈ جارج، میری عمر اتنی ہے کہ مجھے آپ کی جوانی کا زمانہ خوب یاد ہے۔ اور میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ آپ نے اپنے آپ کو خوب سدھارا اور سنوارا ہے۔"

ہیڈ ماسٹر اس بے تکلفی پر سناٹے میں آ گیا۔

وزیر اعظم نے زوردار قہقہہ لگایا اور پھر پوری تقریب کے دوران اس نے زیادہ گفتگو چپس سے ہی کی۔

عرصے تک اس واقعے پر لوگ رائے زنی کرتے رہے۔ وہ کہتے۔

"چپس بھی خوب ہے۔ جو بھی کہہ دے اسے کم سمجھو۔ ویسے اس عمر میں لوگ ہر چیز معاف کر دیتے ہیں۔"

ہڑتال اور واقعات

ویدربی ہیڈ ماسٹر تھا تو چپس بروک فیلڈ میں آیا تھا۔ اس کا جانشین بوڑھا میل ڈرم تھا۔ جو 1900ء میں تیس برس کی لمبی رفاقت کے بعد نمونیے کا شکار ہوا اور دنیا سے اٹھ گیا۔

نئے ہیڈ ماسٹر کے تقرر کئے جانے سے پہلے چپس کو عارضی طور پر ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا گیا۔ بس دل میں ایک شبہ سا پیدا ہوا کہ ممکن ہے اس عارضی عہدے کو ہی مستقل کر دیا جائے، مگر ایسا نہ ہوا۔

بروک فیلڈ سکول کے منتظمین نے تینتیس برس کے ایک شخص کو نیا ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا۔ یہ شخص علمی اسناد کے لحاظ سے بھی بہتر تھا اور اس کی شخصیت میں ایسا دبدبہ اور رعب تھا کہ اس کے ابرو کے ایک اشارے پر پورا ہال خاموش ہو جاتا تھا۔ اس لئے جب اس کو ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا تو چپس کو کوئی ملال نہ ہوا۔ کیونکہ نیا ہیڈ ماسٹر جس سخت طبیعت کا مالک تھا، چپس نہ تو ایسا تھا اور نہ ہی کبھی ہو سکتا تھا۔ وہ تو اس کے مقابلے میں بڑا حلیم اور مسکین تھا۔

1913ء میں، وہ ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ سبکدوشی سے پہلے کے چند برسوں میں بعض ایسے واقعات بھی ہوتے جو ہمیشہ اس کے ذہن پر ثبت رہے۔

مئی کی ایک صبح تھی۔ جب سکول کی گھنٹی کسی بھی توقع کے بغیر بجا دی گئی۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ سب کو سکول کے ہال میں جمع ہونے کا حکم دیا

گیا تھا۔ نئے ہیڈ ماسٹر مسٹر رالسٹن نے بڑے دبدبے سے سب پر نظر ڈالی اور ساری فضا پر خاموشی چھا گئی۔ چپس کو یہ سب کچھ ہمیشہ یاد رہا۔ ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے خطاب کرتے ہوئے بتایا۔

"یہ خبر آپ سب کے لئے افسوسناک ہو گی کہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس لئے آج دوپہر کی کلاسیں نہیں ہوں گی۔ البتہ ساڑھے چار بجے سب گرجے میں پہنچ جائیں جہاں بادشاہ کے لئے دعا ہو گی۔"

اور پھر موسم گرما کا ایک دن۔۔۔۔ جب ریلوے کا سارا عملہ ہڑتال پر تھا۔ فوجی جوان انجن چلا رہے تھے۔ لوگوں نے گاڑیوں پر کچھ پتھراؤ بھی کیا تھا۔ سکول کے طالب علموں کے لئے یہ ایک تماشا تھا۔ وہ ریل کی پٹڑی کے قریب مٹر گشت کر رہے تھے۔ چپس ذرا فاصلے پر ایک شخص سے باتیں کر رہا تھا کہ ایک ننھے سے طالب علم نے آکر اس سے پوچھا۔

"سر اگر ہمارا سامنا ہڑتالیوں سے ہو جائے تو ہمیں کیا کرنا ہو گا؟"

چپس یہ سوال سن کر محظوظ ہوا اور پوچھا۔

"کیا تم کسی ہڑتالی سے ملنا پسند کرو گے؟"

ننھے طالب علم نے جواب دیا۔

"سر، کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں۔"

طالب علم ہڑتالی کا یوں ذکر کر رہا تھا۔ جیسے چڑیا گھر کا جانور ہو۔ چپس اس وقت ایک ہڑتالی سے ہی باتیں کر رہا تھا۔ اس نے طالب علم سے کہا۔

"ان سے ملو، یہ مسٹر جونز ہیں۔ یہ بھی ہڑتالی ہیں۔ جب یہ ہڑتال پر نہ ہوں تو سگنل روم میں ہوتے ہیں۔ جان لو کہ یہ سگنل دے کر گاڑیاں گزارتے ہیں اور کئی بار تمہاری زندگیاں ان کی وجہ سے محفوظ رہی ہیں۔"

پھر یہ واقعہ بہت دنوں تک سکول میں گونجتا رہا کہ چپس عین ہڑتال کے دنوں میں

ایک ہڑتالی سے ایسے گھل مل کر باتیں کر رہا تھا۔ جیسے وہ اس کا گہرا دوست ہو۔

لوگوں کے لئے یہ بات ناپسندیدہ اور حیران کن تھی کہ کسی ہڑتالی سے یوں دوستانہ انداز میں گفتگو کی جائے۔ چپس نے اس طرح کی تنقید پر بہت غور کیا اور آخر اپنے آپ سے کہا۔

"اگر کیتھی زندہ ہوتی تو وہ اس واقعہ پر خوش ہوتی اور اس پر کسی طرح کا اعتراض نہ کرتی۔"

مسٹر چپس ان لوگوں میں سے تھا۔ جنہیں سیاست اور بدلتے واقعات کبھی خاص طور پر متاثر نہ کرتے تھے۔

اسے انگلستان پر بھروسہ اور فخر تھا۔ وہ اپنے خون پر اعتماد کرتا تھا جو اس کی رگوں میں رواں دواں تھا۔ انسانیت اور وطن کے بارے میں کیتھی نے اسے ایک تصور عطا کیا تھا۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ روشن اور پختہ ہو گیا تھا کہ انگلستان کی کشتی تیز و تند پانیوں پر بہہ رہی ہے اور معمولی سی غفلت سے تباہ بھی ہو سکتی ہے۔

مسٹر چپس کو ملکہ وکٹوریہ کی گولڈن جوبلی یاد تھی۔ بروک فیلڈ میں پورے دن کی تعطیل کر دی گئی تھی۔ تب وہ کیتھرین کے ساتھ ملکہ کا جلوس دیکھنے لندن گیا تھا۔ بوڑھی ملکہ بگھی پر یوں بیٹھی تھی جیسے پرانی لکڑی کی گڑیا ہو۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ بھربھری ہو گئی ہو اور اس کے بکھرنے کا لمحہ آ چکا تھا۔

مگر وکٹوریہ کے بعد بادشاہ ایڈورڈ کا زمانہ۔۔۔۔ جو بدامنی اور سرداؤں کا دور تھا۔ ہڑتالیں، تالہ بندیاں، شراب کے نشے میں ڈوبی ہوئی جاگتی راتیں۔ مزدوروں کے مسائل، بے روزگاروں کے جلوس، خواتین کی تحریک آزادی، عورتوں کی ووٹ کے لئے جدوجہد۔ بڑا ہی ہنگامہ پرور دور تھا۔

اور پھر اس شاندار بحری جہاز ٹائی ٹینک کی غرقابی کا واقعہ جس میں ایک طالب علم کے والد کے ڈوبنے کی بھی اطلاع دی گئی تھی۔ اس لڑکے کے ساتھ پورے سکول

کا اظہار ہمدردی اور پھر بعد میں یہ معلوم ہوا کہ اس لڑکے کے والد کو چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ڈوبنے سے بچا لیا گیا تھا۔

ہر دل میں چاہت

سکول کے ہیڈ ماسٹر رالسٹن سے اختلافات.....

چپس کو نیا ہیڈ ماسٹر رالسٹن کبھی اچھا نہیں لگا تھا۔ حالانکہ وہ اپنے کام میں خوب مہارت رکھتا تھا اور سنگدلی کی حد تک مستقل مزاج اور سخت آدمی تھا۔ اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ وہ بلند حوصلہ تھا مگر اس کی شخصیت میں کسی قسم کی جاذبیت نہیں تھی۔ رالسٹن کے بارے میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس نے بروک فیلڈ سکول کے وقار اور شہرت میں اضافہ کیا تھا۔ وہ غیر معمولی صلاحیت کا آدمی تھا اور دوسروں کو بھی سرگرم رکھنے کا گر جانتا تھا۔ ان ساری خوبیوں کے اعتراف کے باوجود جانے کیا بات تھی کہ چپس اس کے لئے اپنے دل میں ہمیشہ کچھ اندیشے اور وسوسے موجود پاتا اور اس سے محتاط رہنے کا احساس بھی ہمیشہ دل میں رہتا۔

اگرچہ مسٹر چپس نے کبھی تکلف سے کام نہ لیا۔ اس کے باوجود اسے ہیڈ ماسٹر رالسٹن میں کبھی دلچسپی پیدا نہ ہوئی۔ وہ محنت اور ایمانداری سے کام کرتا رہا۔ اور یہ بھی محسوس کرتا تھا کہ مسٹر رالسٹن اسے پسند نہیں کرتا۔ چپس کو اپنی سینیارٹی اور بڑھاپے پر پورا اعتماد تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ ان دونوں باتوں کی وجہ سے اس کے ساتھ وہ سلوک روا نہیں رکھا جائے گا جو ان لوگوں کے ساتھ روا رکھا گیا، جنہیں ہیڈ ماسٹر مسٹر رالسٹن پسند نہیں کرتا تھا۔

جب 1908 ۔میں چپس کی عمر ساٹھ برس ہوئی تو اسے مہذبانہ انداز میں الٹی میٹم دیا

جب 1908 ۔میں چپس کی عمر ساٹھ برس ہوئی تو اسے مہذبانہ انداز میں الٹی میٹم دیا گیا۔

"مسٹر چپس کیا آپ نے ریٹائرمنٹ پر بھی غور کیا ہے۔"

چپس کے لئے یہ جملہ بالکل غیر متوقع تھا۔ اس نے اردگرد رکھی کتابوں کی الماریوں پر نگاہ ڈالی۔ یہ چونکا دینے والا جملہ تھا۔ اس نے سوچا کہ ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے یہ سوال کیوں پوچھا ہے۔ اس نے جواب دیا۔

"نہیں۔۔۔۔۔میں کہہ نہیں سکتا کہ یہ خیال کبھی آیا ہو۔"

ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے کہا۔

"بہرحال آپ اس خیال کو اب ذہن میں رکھیں۔ سکول کی انتظامیہ آپ کو معقول پنشن دینے پر اعتراض نہیں کرے گی۔"

چپس کو یہ بات بری لگی اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"مگر۔۔۔۔۔میں تو ریٹائر ہونا نہیں چاہتا۔ اس لئے ایسی کسی تجویز پر غور بھی نہیں کرنا چاہتا۔"

ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے اپنی بات دہرائی۔

"میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ اس تجویز پر ضرور غور کریں۔"

چپس نے پھر تیزی سے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تو پھر کیوں غور کروں۔"

ہیڈ ماسٹر رالسٹن کا لہجہ یکدم بدل گیا۔

"تو پھر ایسی صورت میں تو بات کچھ ناخوشگوار ہونے کا امکان ہے۔"

چپس نے پوچھا۔

"ناخوشگوار، لیکن کیوں؟"

اس گفتگو کے بعد گویا ان دونوں میں ٹھن گئی۔ رالسٹن کا رویہ سرد مہر اور سخت ہونے لگا۔ ادھر چپس اتنا جھلسا کہ جذباتی ہو گیا۔

رالسٹن نے ٹھنڈے برفیلے لہجے میں کہا۔

"اچھا تو مسٹر چپس اگر آپ سادہ الفاظ میں بات سننا چاہتے ہیں تو پھر معاملہ یہ ہے کہ کچھ عرصے سے آپ کی کارکردگی تسلی بخش نہیں رہی۔ آپ جس طرح پڑھاتے ہیں۔ وہ انداز بھی اب پرانا ہو چکا ہے۔ پھر آپ کی اپنی ذاتی عادتیں بھی آپ کی بدسلیقگی اور تساہل کی نشاندہی کرتی ہیں۔ میں آپ کو ہدایات دیتا ہوں انہیں آپ نظرانداز کر دیتے ہیں۔ اگر آپ کی جگہ کوئی جوان عمر کا استاد ہوتا اور وہ ایسا کرتا تو میں اسے کھلی نافرمانی سمجھتا۔ بہرحال اب یہ سب نہیں چلے گا۔ آپ اسے میری ہی کمزوری یا غلطی سمجھیں کہ میں نے آپ کو اتنے دنوں برداشت کیا۔"

چپس کے لئے یہ باتیں حیران کن تھیں۔ وہ بوکھلانے لگا۔ پھر ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

"کیا۔۔۔ کاہلی اور بدسلیقگی؟"

ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے کہا۔

"جی۔۔۔ ذرا اپنے اس گاؤن کو دیکھئے۔ یہ بوسیدہ گاؤن جو پورے سکول کی تفریح کا سامان بنا ہوا ہے۔"

یہ ایک ایسی بات تھی جو چپس کے علم میں تھی۔ لیکن وہ اسے ایک بے ضرر بات سمجھتا تھا۔ اس کے لئے وہ کسی طرح کی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتا تھا۔

چپس نے پوچھا۔

"آپ نے کچھ نافرمانی کا ذکر بھی کیا تھا؟"

ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے جواب دیا۔

"میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔ بلکہ یہ کہا تھا کہ اگر آپ کی جگہ کوئی کم عمر شخص ہوتا تو

میں اسے نافرمانی سمجھتا۔ آپ تو ضدی ہیں اور کاہل۔ آپ کو یاد ہو گا کئی برس پہلے میں نے ہدایت کی تھی کہ لاطینی زبان کا تلفظ جدید انداز سے کیا جائے۔ دوسرے تمام استادوں نے میری ہدایت پر عمل کیا لیکن آپ اپنے پرانے انداز پر ڈٹے رہے۔ اور اس کا نتیجہ تو نااہلی اور بد نظمی کی صورت میں ہی نکلا۔"

چپس جواب تک کوئی ایسی ٹھوس بات کی تلاش میں تھا۔ جس کا وہ جواب دے سکے تو اسے یہ ٹھوس بات مل گئی۔ اس نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا۔

"میں تسلیم کرتا ہوں مجھے جدید تلفظ سے اتفاق نہیں۔ آخر کل کو جا کر جن الفاظ کا جو تلفظ لڑکوں نے بول چال میں کرنا ہے۔ اس کے الٹ انہیں کیوں بے کار تلفظ کروایا جائے۔"

مسٹر چپس دلیل دیتے وقت یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ اپنے مخالف ہیڈ ماسٹر کے دفتر میں کھڑا ہے۔

ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے فوراً جواب دیا۔

"آپ کے اپنے جملے اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ میرے الزامات صحیح ہیں۔ بس آپ کی اور میری راہیں الگ الگ ہیں۔ اور چونکہ آپ اپنے نظریے پر اصرار کرتے ہیں۔ اس لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ میں آپ سے مطالبہ کروں کہ آپ استعفیٰ دیدیں۔ یاد رکھیں بروک فیلڈ سکول کو نئے انداز میں ڈھالنا میری ذمے داری ہے۔

ٹھیک ہے، میرا تعلق سائنس سے ہے لیکن مجھے قدیم ادب سے کوئی بغض نہیں مگر اسے ٹھیک طریقے سے پڑھانا ضروری ہے۔ اگر یہ زبانیں پرانی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں فرسودہ طریقے سے پڑھایا جائے۔"

تھوڑے سے توقف کے بعد ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے پوچھا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لاطینی اور یونانی ادب کے وہی سبق پڑھا رہے ہیں جو

دس سال پہلے پڑھاتے تھے۔"

چپس نے بڑے فخر سے جواب دیا۔

"اگر آپ صحیح جاننا چاہتے ہیں تو یہی سبق میں سابقہ ہیڈ ماسٹر کی آمد سے بھی پہلے سے پڑھا رہا ہوں۔ 1870ء کی بات ہے۔ جب یہ نصاب طے پایا تھا۔"

ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے گویا خوش ہو کر کہا۔

"بہت خوب، آپ کے یہ سارے دلائل میرے حق میں جاتے ہیں۔ آپ کا وقت تو ماضی میں گزرتا ہے۔ حال یا مستقبل سے آپ بیگانہ رہتے ہیں۔"

چپس خاموش رہا لیکن اس کے ذہن میں خیالات نے یلغار کر دی وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ امتحان اور سرٹیفکیٹ، ان کی عملی زندگی میں کیا اہمیت ہے۔ اور یہ جو جدید قسم کی سطحی تیزی آ رہی ہے، اس سے بھی کیا حاصل؟

یہ ہیڈ ماسٹر رالسٹن تو سکول کو ایک فیکٹری بنانا چاہتا ہے۔ ایک نیا کلچر رائج کرنے کی فکر میں ہے۔ ایسا کلچر جس کا ایک ہی معیار ہو گا۔ یعنی دولت اور مادہ پرستی۔ ٹھیک ہے پرانی روایات، کلچر اور جاگیرداری نظام تبدیل ہو رہے ہیں۔ مگر ان کی جگہ ایسے جمہوری نظام کو جنم لینا چاہیے تھا جو وسیع القلب ہو۔ جس میں خاکروب اور نواب کو ایک صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔ لیکن رالسٹن تو دولت مند طبقے کی برتری چاہتا ہے۔ سرمایہ دار طبقہ جن کا بینکوں میں خطیر سرمایہ ہے۔

یہاں اس ہیڈ ماسٹر کے زمانے میں دولت مند خاندانوں کے لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے۔ رالسٹن نئے فیشن کا دلدادہ ہی نہیں بلکہ سرمایہ داروں کو یقین دلا رہا ہے کہ یہاں ان کے بچے خصوصی توجہ حاصل کریں گے۔ واقعی یہ بچے امیر ہیں۔ انہیں بھاری جیب خرچ ملتا ہے۔ لیکن یہ اچھے آداب و اطوار سے محروم ہیں۔ یہ تو اوچھے اور بد تہذیب ہیں۔

یہ سب باتیں چپس کے ذہن میں بہت تیزی سے آئیں۔ لیکن وہ خاموش رہا۔ اس

نے اپنی زبان سے کوئی بات نہ کہی۔ اس نے پرانے بوسیدہ گاون کو سمیٹا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے پاس جاکر مڑا، ایک لمحہ کے لئے رکا اور بولا۔

"میں استعفیٰ دینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اس لئے آپ جو کارروائی چاہیں، کر سکتے ہیں۔"

پچیس برس، ایک صدی کا چوتھا حصہ بیت چکا تھا۔ جب یہ واقعہ ہوا تھا۔ اب جب وہ رالسٹن کے بارے میں اس واقعے کے حوالے سے سوچتا تو اسے رالسٹن کے لئے دل میں رحم محسوس ہوتا۔ کیونکہ رالسٹن کو اس وقت بالکل یہ اندازہ نہ تھا کہ اس کا مقابلہ کیسی طاقتوں سے ہونے والا ہے۔

ویسے حقیقت یہ ہے کہ اس وقت خود چپس کو بھی کچھ علم نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ رالسٹن یا چپس دونوں بے خبر تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ بروک فیلڈ اپنی پرانی روایات کا کیسے تحفظ کرے گا۔

یہ دلچسپ اتفاق تھا کہ جب رالسٹن اور چپس میں یہ گرما گرم مکالمہ ہو رہا تھا تو ایک طالب علم جو رالسٹن سے ملنا چاہتا تھا۔ دروازے کے باہر کھڑا یہ ساری گفتگو سن رہا تھا۔ وہ زبردست خبر کو بھلا کیسے چھپا سکتا تھا۔ واپس جاکر اس نے اپنے تمام دوستوں کو بتایا۔ دوستوں نے یہ بات اپنے والدین کو بتائی۔ اور پھر چاروں طرف یہ چرچا ہونے لگا کہ رالسٹن بڑی بدتمیزی سے چپس سے استعفیٰ کا مطالبہ کر رہا ہے۔

چپس کی حمایت میں گویا لاوا پھوٹ نکلا۔

ایسی توقع تو خود چپس کو بھی نہیں تھی۔

اب یہ بات تو حیران کن نہیں تھی کہ مسٹر رالسٹن کو لوگ دل سے پسند نہیں کرتے تھے۔ ہاں اس کا دبدبہ اور رعب تھا۔ اس کی قابلیت کی تعریف بھی کرتے تھے۔ مگر اسے چاہنے اور پسند کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ جب چپس کے خلاف ہیڈ ماسٹر رالسٹن کا سلوک عام ہوا تو وہ جو رالسٹن سے مرعوب تھے انہوں نے بھی چپس کی کھلی حمایت کا

اعلان کر دیا۔

ہر طرف یہ افواہ پھیل گئی کہ اگر ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے چپس کو سکول سے نکالا تو ہنگامہ ہو جائے گا۔ سکول کے وہ نوجوان استاد جو پہلے چپس کو پرانے زمانے کی یادگار سمجھتے تھے۔ اب اس لئے اس کے حامی ہو گئے کہ وہ ہیڈ ماسٹر رالسٹن کی سختی اور جابرانہ ذہن کے خلاف احتجاج کی علامت بن گیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح وہ رالسٹن کے جبر سے نجات حاصل کر لیں گے۔

اور پھر ایک دن سکول کی انتظامیہ کے سربراہ سر جان روز سکول آئے۔ یہ واقعہ چپس بیسیوں بار مسز وکٹ کو سنا چکا تھا۔ جب دہراتا تو یوں لگتا جیسے پہلی بار سنا رہا ہے۔

"یہ سر جان روز میرا شاگرد رہا تھا۔ بڑا نالائق تھا۔ بہرحال وہ تو اب لارڈ بن چکا ہے۔ یہ ہے زندگی۔"

1908ء کے اس روز صبح کے وقت سر جان روز سکول میں آیا۔ اس نے ہیڈ ماسٹر رالسٹن کو یوں نظرانداز کر دیا۔ جیسے وہ اسے جانتا ہی نہیں اور سیدھا چپس کے پاس گیا۔ اس کا بازو تھاما اور کرکٹ کی خالی گراؤنڈ کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست چپس، سنا ہے کہ رالسٹن کے ساتھ تمہارا جھگڑا ہوا۔ یہ سن کر مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ مگر تم کسی طرح کی تشویش نہ کرنا۔ سکول کی انتظامیہ کا ہر شخص تمہارے ساتھ ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو تمہارا مخالف ہو۔ اور سچ تو یہ ہے کہ رالسٹن کو ہم میں سے کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔۔ ہاں وہ ذہین ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی ذہین ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے سٹاک ایکسچینج میں ایسی چالاکی کی ہے کہ سکول کو ملنے والے عطیات کی رقم دوگنی کر دی ہے۔ ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔ مگر ایسے شخص پر ہمیشہ کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اگر وہ تم پر بے جا رعب ڈالنے کی کوشش کرے تم اسے جہنم رسید کر سکتے ہو۔ سکول کی انتظامیہ کے ارکان یہ جھگڑ

نہیں چاہتے کہ تم استعفیٰ دو۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بروک فیلڈ تمہارے بغیر نامکمل ہے۔ تم چاہو تو سو سال یہاں رہ سکتے ہو۔ بلکہ ہم سب یہ امید رکھتے ہیں کہ تم اتنی ہی مدت یہاں پڑھاتے رہو گے۔"

چپس کو جب بھی یہ باتیں یاد آتی تھیں۔ اس کی آنکھیں بھیگ جاتی تھیں اور جب بھی وہ ان الفاظ کو دہراتا تو آواز رندھ جاتی تھی۔

الوداعی تقریر

چپس بروک فیلڈ میں ہی پڑھاتا رہا۔

ہیڈ ماسٹر رالسٹن اور وہ اب ضرورت کے تحت ہی ایک دوسرے سے کوئی بات کرتے تھے پھر ایسا ہوا کہ رالسٹن اپنی ترقی کے لئے، ایک بڑے اور مشہور سکول میں ہیڈ ماسٹر بن کر چلا گیا اور بروک فیلڈ کو چھوڑ گیا۔ اس کے بعد جو ہیڈ ماسٹر آیا، وہ رالسٹن سے بھی کم عمر تھا۔ تاہم تعلیمی اعتبار سے وہ کسی سے کم نہیں تھا۔

چپس کو یہ چونتیس برس کا نیا ہیڈ ماسٹر چاٹرس اچھا لگا۔ وہ ہمدرد اور دوست آدمی تھا اور پھر اس نے بروک فیلڈ میں آتے ہی جان لیا تھا کہ یہاں چپس ایک مقبول اور ہردلعزیز روایت بن چکا ہے، اس لئے اس نے چپس کے ساتھ احترام اور خوش مزاجی کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔

1913 میں چپس برانکائٹس کی وجہ سے موسم سرما کے پورے تین ماہ چھٹی پر رہا۔ جب وہ گرمیوں میں سکول آیا تو اس نے سکول سے سبکدوش ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اب وہ پینسٹھ برس کا ہو چکا تھا اور یہ خاصی پختہ عمر ہے۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لاشعور میں سابق ہیڈ ماسٹر رالسٹن کی دلیل سے بھی متاثر ہوا ہو کہ جب وہ کام کرنے کے قابل نہیں، اپنے فرائض کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا تو یہ عہدہ سنبھالے رکھنا انصاف نہیں ہے۔ ویسے بھی وہ بروک فیلڈ کے ساتھ تعلق توڑنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ سڑک پار کر کے مسز وکٹ کے ہاں

رہنے لگے گا۔ یوں جب جی چاہے گا سکول چلا جایا کرے گا۔

جولائی 1913 ۔ میں جب سکول کی سہ ماہی ختم ہوئی تو اس کے اعزاز میں عشائیہ دیا گیا اور تحائف بھی پیش کئے گئے۔ اس موقع پر چپس نے تقریر بھی کی۔ جو لمبی نہیں تھی اور چھوٹے چھوٹے چٹکلوں سے سجی ہوئی تھی۔ جن سے سامعین بہت محظوظ ہوئے اور ہنستے رہے۔ تقریر میں کئی جملے لاطینی زبان میں بھی تھے۔ سکول کے کپتان جس نے اپنی تقریر میں چپس کی بہت تعریف کی تھی، اس کی طرف اشارہ کر کے چپس نے کہا کہ اس نے میری خدمات کے ذکر میں بڑے مبالغے سے کام لیا ہے۔ لیکن اس میں اس کا کوئی قصور نہیں۔ یہ ان کا خاندانی جرم ہے۔ اس کے والد کو میں نے اسی جرم میں سزا دی تھی۔

سب خوب ہنسے !

چپس نے اپنی تقریر میں کہا کہ بروک فیلڈ میں آتے اسے پورے بیالیس برس ہو چکے ہیں اور یہ پورا عرصہ اس کے لئے بے حد خوشگوار رہا ہے۔ اس نے کہا۔

"یہ میری زندگی کا سرمایہ ہے"

پھر اس نے سامعین کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے بروک فیلڈ کی زندگی میں آنے والی بہت سی تبدیلیاں اچھی طرح یاد ہیں۔ مجھے وہ دن بھی یاد ہیں۔ جب پہلی بار بائیسیکل آئی تھی اور وہ بھی دن تھے کہ یہاں نہ بجلی تھی نہ گیس بلکہ لیمپ جلائے جاتے تھے۔ سکول میں ایک لڑکا تھا جس کو یہ ذمے داری سونپی گئی تھی کہ وہ سکول کے تمام لیمپوں کو صاف رکھے۔ ان کی بتیاں ٹھیک رکھے اور ان میں تیل ڈالے۔

چپس نے ان سب واقعات کو اپنی تقریر میں یاد کیا۔ جو بہت انوکھے تھے۔

اس نے بتایا کہ ایک بار ایسا شدید کہرا چھایا تھا کہ سات ہفتوں تک کھیل کے میدان بے کار ہو گئے تھے۔ پھر اس زمانے کا ذکر کیا جب سکول کے دو تہائی طالب علم

خسرے کا شکار ہو گئے تھے۔ اور سکول کے بڑے ہال کو ہسپتال کا وارڈ بنانا پڑا تھا۔ پھر اس نے قومی جشن کا ذکر کیا جب اتنی آگ جلا دی گئی تھی کہ اسے بجھانے کے لئے فائر بریگیڈ بلوانا پڑا تھا اور فائر بریگیڈ کے عملے کو اپنی تفریح اور جشن کو چھوڑ کر آنا پڑا تھا۔ اس نے بہت سے لوگوں اور کرداروں کا ذکر کیا۔ جو دلچسپ تھے اور انہوں نے بروک فیلڈ سکول کی خدمت کی تھی۔

چپس نے کہا۔

"مجھے اتنا کچھ یاد ہے کہ ان یادوں کو جمع کروں تو ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ تم بتاؤ کتاب کا نام کیا رکھا جائے"

لڑکے ہنسنے لگے۔ چپس نے کہا۔

"سبق کی یادیں اور مولا بخش"

لڑکے قہقہے اور نعرے لگانے لگے !

چپس نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کسی دن واقعی میں یہ سب کچھ لکھ ہی ڈالوں۔ مگر جو لطف سنانے میں آتا ہے وہ تحریر میں کہاں؟ ہاں مجھے یاد ہے۔۔۔۔ اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ مجھے تمہارے چہرے ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔ ہزاروں چہرے میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ یہ چہرے میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ جب کبھی تم مجھے مستقبل میں ملنے آؤ گے، جس کی میں امید رکھتا ہوں تو پھر میں تمہارے جوان اور مردانہ چہرے بھی یاد رکھنے کی کوشش کروں گا۔ ہو سکتا ہے تم میں سے کوئی بڑا ہو کر مجھے سر راہ ملے اور میں اسے پہچان نہ پاؤں تو وہ کہے گا۔ بڈھا چپس مجھے پہچان نہیں سکا۔"

سب لڑکے ہنسنے لگے۔ چپس کہتا رہا۔

"اصل بات یہ ہے تم میرے ذہن میں کبھی جوان نہیں ہوتے۔ کبھی نہیں۔ اب سکول کی انتظامیہ کے سربراہ کو ہی دیکھو۔ جب ان کا ذکر ہوتا ہے تو مجھے وہ ہنس مکھ

لڑکا یاد آ جاتا ہے جس کے سر کے بال ہمیشہ کھڑے رہتے تھے اور اس کے لئے یہ کبھی ممکن نہ ہو سکا کہ فعل ↔ (Verb) کی مختلف قسموں میں تمیز کر سکے۔"

سب لڑکے بلند آوازمیں ہنسنے لگے۔ چپس نے تقریر ختم کرتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے تقریر ختم کرنی ہے۔ ورنہ یادوں کا یہ سلسلہ تورات تک جاری رہے گا۔ ہاں میں تو تمہیں یاد کرتا ہی رہوں گا تم بھی مجھے کبھی کبھار یاد کر لیا کرنا۔ اب میں اس بات کو لاطینی میں کہوں گا۔۔۔ کہو ترجمے کی ضرورت تو نہیں۔۔۔۔"

دیر تک قہقہے لگتے رہے اور نعرے لگائے جاتے رہے۔

O

اگست 1913 ۔میں چپس کو اپنے علاج کے لئے وربیڈن جانا پڑا۔ وہاں اس نے بروک فیلڈ میں جرمن زبان کے استاد ہر سٹیفل کے گھر قیام کیا۔ ہر سٹیفل اگرچہ چپس سے پورے تیس برس چھوٹا تھا۔ پھر بھی وہ اس کا خاص دوست تھا۔ ستمبر میں چپس واپس آیا اور اس نے مسز وکٹ کے ہاں رہنا شروع کر دیا۔ اب وہ اپنے آپ کو علاج کے بعد توانا اور صحت مند محسوس کرتا تھا۔ وہ اکثر سوچتا کہ کہیں اس نے استعفیٰ دے کر جلد بازی سے تو کام نہیں لیا۔ وہ مصروف زندگی گزار رہا تھا۔ نئے لڑکوں کو چائے پر بلانا۔ بروک فیلڈ میں کھیلے جانے والے ہر میچ کو دیکھنا۔ ہر سہ ماہی کے بعد ہیڈ ماسٹر کے ہاں دوسرے استادوں کے ساتھ دعوت میں شریک ہونا۔

بروک فیلڈ کے پرانے طالب علموں کی تنظیم نے اسے اپنے کلب کا صدر بھی بنا لیا۔ اس لئے جو دعوتیں ہوتی تھیں۔ ان میں شرکت کے لئے وہ لندن بھی جاتا۔ اس نے بروک فیلڈ کی تازہ ڈائریکٹری مرتب کرنے کی ذمے داری بھی سنبھال لی۔ بروک فیلڈ سکول کے میگزین کے لئے بھی وہ مضامین لکھنے لگا۔ جو چھوٹے چھوٹے چٹکلوں

اور لطیفوں سے پر ہوتے ہر روز صبح وہ باقاعدگی سے اخبار پڑھتا، اس نے جاسوسی ناولوں کا مطالعہ بھی شروع کر دیا۔

اور پھر 1914 ۔ آ گیا۔۔۔ جنگ کی افواہیں گرم تھیں۔ آسٹریا اور سربیا میں کشیدگی عروج پر تھی۔ جرمن زبان کا استاد اور اس کا دوست ہر سٹیفل جرمنی چلا گیا۔

واپسی

پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہوا.....

ہر شخص سمجھتا تھا کہ جنگ لمبی نہیں ہوگی اور فتح بھی یقینی ہے۔

چپس سے کسی نے پوچھا۔

"جناب کیا خیال ہے۔ جنگ کب تک چلے گی۔"

چپس نے جواب دیا۔

"فتح قریب ہے۔ جنگ جلدی ختم ہو جائے گی۔"

ان گنت لوگوں کی طرح چپس کا اندازہ بھی غلط تھا۔

چپس اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ جنگ کتنی طویل، ہولناک اور تباہ کن ثابت ہوگی وہ تو سمجھتا تھا کہ جرمنوں کا خاتمہ جلدی ہو گا اور جنگ فتح پر ختم ہوگی۔ فارسٹر اس کا شاگرد تھا۔ منحنی کمزور سا، جو اب جوان ہو چکا تھا۔ جب 1918 ۔ میں اسے خبر ملی کہ فارسٹر کا جہاز مار گرایا گیا ہے اور وہ جل کر ہلاک ہو گیا ہے تو پورے بروک فیلڈ نے سوگ منایا۔ چپس کو بہت دکھ ہوا۔ وہ سوچنے لگا۔ کہ جنگ کتنی ظالم اور سفاک ہوتی ہے۔

اس نے ایسی ہی باتیں سکول کے کپتان سے کہیں تو وہ اٹھارہ سال کا نوجوان جو اپنی کیڈٹ کی تربیت شروع کر چکا تھا۔ ہنس کر رہ گیا۔

جنگ کو ایک برس بیت گیا.....

1915 ..... دونوں فریقوں کی فوجیں سمندر سے سوئٹزر لینڈ تک ایک

دوسرے سے لڑ رہی تھیں... کیسے کیسے محاذ، درہ دانیال کا محاذ، گیلی پولی کا محاذ...

بروک فیلڈ میں فوجی کیمپ خودرو سبزے کی طرح پیدا ہوتے چلے گئے۔ کھیل کے میدانوں میں فوجی تربیت حاصل کرتے دکھائی دینے لگے۔ سارا منظر ہی بدل گیا تھا۔

سکول کے جوان استاد یا تو فوج میں بھرتی ہو کر چلے گئے تھے یا پھر فوجی وردی پہنے نظر آتے تھے۔

ہر اتوار کی شام گرجے میں سکول کا ہیڈ ماسٹر چاٹرس ان سابقہ طالب علموں کے نام اور حالات پڑھ کر سناتا جو میدان جنگ میں کام آتے تھے۔ یہ لمحے بڑے دکھ بھرے ہوتے...

گرجے کی گیلری کے نیچے آخری صف میں بیٹھا چپس کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔

چاٹرس کے لئے تو سابقہ طالب علموں کے فقط نام ہیں۔ اسے میری طرح ان کے چہرے تو دکھائی نہیں دیتے۔

اور پھر 1916 ....

اتوار کی ایک شام بروک فیلڈ کے ان تئیس سابقہ طالب علموں کے نام پڑھ کر سنائے گئے۔ جو میدان جنگ میں کام آئے تھے۔

O

جولائی 1916 ۔ کا ایک دن....

بروک فیلڈ سکول کا ہیڈ ماسٹر چاٹرس چپس سے ملنے مسز وکٹ کے ہاں آیا۔ وہ بہت تھکا ہوا اور بیمار دکھائی دیتا تھا۔

چپس نے محسوس کیا کہ وہ بہت پریشان بھی ہے....

ہیڈ ماسٹر چاٹرس نے کہنا شروع کیا۔

"چپس، یہاں بروک فیلڈ میں میرا قیام کچھ خوشگوار ثابت نہیں ہوا۔ میری عمر انتالیس برس ہونے والی ہے میری ابھی شادی بھی نہیں ہوئی اور لوگ بہت کچھ باتیں کرتے اور میرے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر انہیں اصل پیچیدگی کا علم نہیں ہے۔ یہ میری مجبوری ہے کہ میں فوج میں نہیں جا سکتا۔ میں شوگر کا دائمی مریض ہوں۔ بخدا اگر کوئی میڈیکل بورڈ مجھے صحت مند ہونے کا سرٹیفکیٹ دیدے تو میں اسے اپنے گھر کے دروازے پر چسپاں کر دوں۔"

چپس کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا کیونکہ اسے چاٹرس کی اس بیماری کی پہلے کوئی خبر نہ تھی۔ اور اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں تھا کہ وہ چاٹرس کو پہلے دن سے پسند کرتا تھا۔ اس لئے اس کی مجبوری اور بیماری کا اسے دکھ ہوا۔

چاٹرس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"چپس، تم ساری صورتحال کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ سابق ہیڈ ماسٹر رالسٹن نے اپنے زمانے میں جو استاد بھرتی کئے تھے۔ وہ سب کم عمر جوان تھے۔ وہ اپنے اپنے مضامین میں بہت اچھے تھے۔ اب ان میں سے اکثر نے فوج میں ملازمت کر لی ہے۔ اور ان کی جگہ جو نئے لوگ آئے ہیں۔ وہ بہت ہی ناقص ہیں۔ انہیں لڑکوں کو پڑھانا آتا ہے نہ قابو کرنا۔ ابھی چند دن پہلے لڑکوں نے شرارت کی اور ایک استاد کی گردن پر سیاہی انڈیل دی۔ اور اس احمق کو دیکھو، ایسا بدحواس ہوا کہ جیسے پاگل پن کا دورہ پڑ گیا ہو۔"

تھکے ہوئے، بیمار اور پریشان ہیڈ ماسٹر چاٹرس نے سانس لے کر کہا۔

"میری یہ حالت ہے کہ آجکل خود پڑھاتا ہوں۔ ان جیسے گدھوں کی جگہ پریپ کو بھی خود ہی سنبھالتا ہوں۔ آدھی آدھی رات تک جاگ کر کام کرنا پڑتا ہے۔ اور لوگوں کو دیکھو کہ اصل حقیقت سمجھے بغیر میرے بارے میں کہتے ہیں کہ میں اپنا فرض پوری طرح ادا نہیں کر رہا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر حالات ایسے رہے تو میں شدید بیمار ہو جاؤں گا۔"

چپس نے اس کی بپتا سن کر کہا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ کہو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

ہیڈ ماسٹر چاٹرس نے کہا۔

"مجھے یہی توقع تھی کہ تم مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرو گے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم میری تجویز نامنظور نہیں کرو گے۔"

چاٹرس نے یہ کہنے کے بعد چپس کی طرف دیکھا اور پھر کہا۔

"بظاہر تمہاری صحت اچھی اور تسلی بخش لگتی ہے۔ اب اگر تمہاری صحت اجازت دے اور تم قبول کر لو تو تھوڑے عرصے کے لئے تم پھر سے بروک فیلڈ میں دوبارہ پڑھانے کے لئے آجاؤ۔ باقی پڑھانا اور طالب علموں کو قابو میں رکھنے کا گر تو تم جانتے ہی ہو۔ بہر حال میں یہ نہیں چاہوں گا تم اپنی ہمت سے زیادہ کام کرو۔ میں بھی ایسا کوئی کام تمہارے ذمے نہیں لگاؤں گا جس کا بوجھ تم محسوس کرو۔ تم خود جو کام اپنے لئے مناسب سمجھو گے، وہی تمہیں سونپ دیئے جائیں گے۔ اس وقت مجھے اور بروک فیلڈ کو تمہارے کام سے بھی زیادہ تمہاری ضرورت ہے۔ ویسے بخدا میری یہ مراد ہرگز نہیں کہ میں تمہارے کام کا قدر دان نہیں ہوں۔ اصل میں چپس، بروک فیلڈ سکول کو اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔ یہاں اب تک ایسا کوئی دوسرا ایسا استاد نہیں آیا جو تمہارے جتنا مقبول اور ہردلعزیز ہو۔ اب بھی تم بروک فیلڈ کے دل میں بستے ہو۔ اس وقت سکول میں جو انتشار پھیلنے کا خطرہ ہے، وہ تمہارے واپس آنے سے ختم ہو سکتا ہے۔"

چپس کے دل میں تو ایسی خوشی جنم لے رہی تھی جسے مقدس خوشی کے سوا کوئی دوسرا نام ہی نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس مسرت سے اس کا گویا سانس رکنے لگا۔ اس نے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔"

تازہ لطیفہ

چپس نے اپنی رہائش نہیں بدلی بلکہ مسز وکٹ کے ہاں ہی قیام رہا۔

صبح ساڑھے دس بجے کے قریب چپس اپنا کوٹ پہنتا مفلر لپیٹتا اور سڑک پار کر کے بروک فیلڈ سکول پہنچ جاتا۔ وہ اپنے آپ کو بالکل صحت مند محسوس کرتا تھا۔ سکول میں کام بھی زیادہ نہیں تھا۔ کچھ پیریڈ لاطینی زبان یا روم کی تاریخ کے۔ وہی پرانے سبق، وہی پرانا تلفظ۔ وہ اپنے شاگردوں کو زبان کے حوالے سے کئی لطیفے اور چٹکلے سناتا۔ جب طالب علم محظوظ ہوتے تو چپس کو بڑی خوشی ہوتی۔

ان دنوں چپس کے احساسات بہت عجیب طرح کے تھے۔ اسے یوں لگتا جیسے وہ کوئی بہت ہر دلعزیز آرٹسٹ ہو۔ جو آخری بار اپنے سامعین کو گیت سنا چکا ہو اور اسے ایک بار پھر۔۔۔ آخری بار سٹیج پر آنے اور اپنے فن کے اظہار کا موقع دیا گیا ہو۔

سب لوگ جس پر بہت حیران ہوتے، یہ بات تھی کہ اس نے بہت کم مدت میں تمام لڑکوں کے نام اور چہرے پہچان لئے تھے۔ اصل میں حیران ہونے والے لوگوں کو یہ علم نہیں تھا کہ سڑک کے پار رہنے کے باوجود وہ سکول اور اس کے طالب علموں سے ذہنی لحاظ سے کبھی دور نہیں ہوا تھا۔

چپس کا دوبارہ بروک فیلڈ آنا بہت ہی خوشگوار تجربہ ثابت ہوا۔ سب لوگ یہ خود بخود محسوس کرنے اور جاننے لگے تھے کہ اس کی واپسی نے سکول کے حالات میں خوشگوار تبدیلی پیدا کر دی ہے۔

چپس کو اپنی زندگی میں پہلی بار اپنا وجود بہت اہم لگا۔

انسان ایک ایسے احساس کو جو اس کے روح میں رچ بس جائے، تلاش کرنے اور پانے کے لئے سرگرداں رہتا ہے۔ چپس نے وہ احساس، وہ روحانی مسرت حاصل کر لی تھی۔

جنگ کی وجہ سے بہت سی تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ اشیائے خوردونوش کی راشننگ کی جا چکی تھی۔ ہوائی حملوں سے بچنے کیلئے کھڑکیوں پر سیاہ پردے لگائے جاتے تھے۔ ان نئی تبدیلیوں اور حوالوں سے وہ نت نئے لطیفے اور چٹکلے گھڑتا اور سناتا اور سب ہنستے۔

سکول کی میز پر اب ایک اجنبی قسم کے گوشت کا رول نمودار ہوا تھا۔ جو ہر پیر کے دن کے کھانے پر لازماً موجود ہوتا۔ چپس نے اس کا دلچسپ نام رکھا تھا۔

"بھوک مٹانے والا نفرت آفرین۔"

یہ نام سب میں بہت مقبول ہوا۔ اور یہی کیا اس کے تازہ چٹکلے اور لطیفے بہت پسند کئے جاتے اور لڑکے ایک دوسرے سے اکثر پوچھتے۔

مسٹر چپس کا تازہ ترین لطیفہ کیا ہے؟

"یار تم نے مسٹر چپس کا تازہ لطیفہ سنا۔"

ہیڈ ماسٹر چپس

1917 ۔ میں ہیڈ ماسٹر چاٹرس بہت بیمار ہوا اور بستر پر لگ گیا۔

اس کی عدم حاضری میں چپس کو سکول کا قائم مقام ہیڈ ماسٹر بنا دیا گیا۔ جب اپریل میں چاٹرس کا انتقال ہوا تو سکول کی انتظامیہ نے چپس سے پوچھا۔

"کیا آپ جنگ کے دوران ہیڈ ماسٹر کے فرائض انجام دے سکتے ہیں یا نہیں۔۔۔۔"

چپس نے یہ ذمے داری قبول کر لی۔ مگر شرط یہ رکھی کہ اس کی تقرری کو سرکاری شکل نہ دی جائے۔

اس کے دل میں، جب وہ جوان تھا اور اس پیشے میں آیا تھا، ہیڈ ماسٹر بننے کی بہت شدید آرزو تھی۔ وہ اکثر ہیڈ ماسٹر بننے کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ تو اب یہ عہدہ اور اعزاز اسے اس کی درخواست کے بغیر خود پیش کیا جا رہا تھا۔ اس لئے وہ ایسی ہچکچاہٹ محسوس کر رہا تھا جو بالکل فطری تھی۔ اب وہ اپنے آپ کو اس عہدے کا اہل محسوس نہیں کرتا تھا۔

چپس نے انتظامیہ کے چیئرمین سے کہا۔

"آپ جانتے ہیں میں اب جوان نہیں ہوں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگ مجھ سے اونچی توقعات قائم کریں۔ میں بخوبی جانتا ہوں کہ میں ان نئے نئے فوجی میجروں اور کرنلوں کی طرح ہوں جو جنگ کے زمانے کی تخلیق ہیں۔ جیسے جنگ میں سپاہی تیر تکا

لگنے سے افسر بن جاتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ اور یہی میری حقیقت ہے۔"

چپس اب ہیڈ ماسٹر کے دفتر میں بیٹھتا۔ وہ ہر روز سکول کے مسائل کا حل سوچتا۔ شکایات سنتا۔ درخواستوں پر غور کرتا۔ وسیع اور طویل تجربے کی وجہ سے اس میں خاص طرح کی بردباری پیدا ہو گئی تھی اور اعتماد کی تو اس میں اب کوئی کمی نہیں تھی۔ غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ مسائل کے حل کے لئے ضروری ہے کہ انسان میں موزوں توازن کا شعور ہو۔ اگرچہ جس دنیا میں وہ سانس لے رہا تھا۔ وہ اس خوبی سے محروم ہو رہی تھی۔ مگر چپس اسے زندہ رکھنا ضروری سمجھتا تھا۔

اب اسے اپنے عہدے کی وجہ سے اس تکلیف دہ اور دکھ بھرے فرض کو بھی ادا کرنا ہوتا تھا، جو پہلے ہیڈ ماسٹر چاٹرس کے ذمہ تھا۔

ہر اتوار کی شام اب چپس ہی وہ دردناک فہرست پڑھ کر سناتا۔ جس میں جنگ میں کام آنے والے ان افراد کا ذکر ہوتا۔ جو کبھی بروک فیلڈ سکول کے طالب علم رہے تھے۔ جب وہ یہ فہرست پڑھ رہا ہوتا تو اکثر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ آنسوؤں کی نمی اس کی آواز میں بھر جاتی۔ وہ بوڑھا تھا اور اس کے لئے اپنے جذبات پر قابو پانا آسان نہیں تھا۔ طالب علم بھی اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے۔

O

ایک دن سوئٹزرلینڈ سے اسے اپنے کچھ دوستوں کا خط ملا۔ خط جنگ کے تقاضوں کے مطابق جگہ جگہ سے سنسر کیا ہوا تھا۔ تاہم اس سنسر شدہ خط میں بھی چپس کے لئے ایک خاص خبر تھی۔

اتوار کی شام اس نے جنگ میں کام آنے والے بروک فیلڈ سکول کے سابقہ

طالب علموں کے نام اور زندگی کے مختصر حالات سنانے کے بعد لمحہ بھر کے لئے توقف کیا۔ پھر کہنے لگا۔

"تم میں کچھ ایسے طالب علم ضرور ہیں۔ جنہیں ہر سٹیفل یاد ہو گا۔ جو سکول میں جرمن زبان پڑھایا کرتے تھے۔ وہ جنگ سے پہلے یہاں تھے اور طالب علموں میں خاصے مقبول تھے۔ اپنے قیام کے دوران میں انہوں نے بہت سے لوگوں سے مراسم کر لئے تھے جو طالب علم جانتے ہیں، انہیں یہ سن کر دکھ ہو گا کہ سٹیفل مغربی محاذ پر لڑتے ہوئے پچھلے ہفتے ہلاک ہو گئے ہیں۔"

اس اطلاع کے بعد جب وہ اپنی کرسی پر بیٹھا تو اس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ اسے یہ پوری طرح احساس تھا کہ اس نے ایک غیر معمولی بات کی ہے اور جو بات اس نے کی تھی اس کے لئے اس نے کسی سے مشورہ نہیں کیا تھا۔ اس لئے اگر کوئی الزام آتا تھا تو وہ اکیلا اس کا ذمہ دار تھا۔

بعد میں چپس نے گرجے کے باہر لڑکوں کی بات چیت سنی۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"مغربی محاذ کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ جرمنوں کی طرف سے لڑ رہا تھا۔"

"ہاں بات تو یہی ہے۔"

"یہ تو عجیب بات ہے کہ اس کا نام بھی دوسروں کے ساتھ لیا گیا حالانکہ وہ تو دشمن تھا۔"

"چھوڑو یار، بڈھے چپس کو چٹکلے اور شوشے چھوڑنے کی عادت ہے۔ یہ بھی اس کا کوئی شوشہ ہے وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے۔"

یہ مکالمہ سن کر جب چپس اپنے کمرے میں آیا تو وہ اس گفتگو سے ناخوش نہیں تھا۔ بات بالکل ٹھیک تھی وہ سوچتا رہتا تھا اور اسے بہت کچھ سوجھتا بھی رہتا تھا۔ ہاں.... ایک ایسی دنیا جو جنگ کی وجہ سے پاگل ہو رہی تھی۔ اس میں ایسی بات کون سوچتا ہے۔ دشمن کی موت پر کون افسوس کرتا ہے۔

چپس کو احساس تھا کہ یہ وہ ہے جس کی باتیں لوگ برداشت کر لیتے ہیں۔ ورنہ بروک فیلڈ میں کوئی اور ایسی بات کہتا تو کبھی برداشت نہ کیا جاتا۔

ایک بار چپس سے کسی نے پوچھا۔

"جناب کرکٹ کی گراؤنڈ میں یہ جو سنگینوں سے لڑنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

چپس نے رک رک کر اپنے دمے زدہ لہجے میں اس کا جواب دیا۔ اس کے انداز کی سکول میں نقل اتارنا لڑکوں کی تفریح تھی۔

"اس سے زیادہ غیر مہذب قتل کا طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے؟" اس کی یہ بات بھی سن کر برداشت کر لی گئی۔ بلکہ اسے بڑی خوش دلی سے دہرایا بھی گیا۔

بم کے دھماکے

چاند کی چودہ تاریخ تھی......

اچانک ہوائی حملے کا الارم بجنے لگا۔

چپس اس وقت چوتھی جماعت کو لاطینی کا سبق پڑھا رہا تھا۔

ادھر الارم بجا، ادھر مشین گنیں بھی دھاڑنے لگیں۔

باہر گولیوں کی بارش ہو رہی تھی۔

چپس نے سوچا کہ کمرے میں ہی رہنا مناسب ہے۔ یہ کمرہ نچلی منزل میں ہونے کی وجہ سے قدرے محفوظ بھی تھا۔ اس کی دیواریں بھی پختہ تھیں۔ اس لئے ایک خندق میں پناہ کی جو امید کی جا سکتی ہے، وہ یہاں بھی تھی۔

البتہ اگر براہ راست کوئی گولا آ گرتا تو پھر بچنے کی کوئی صورت نہیں ملتی۔

چپس نے اپنا سبق جاری رکھا۔ آواز البتہ بلند کر دی۔ باہر گولیوں کی تڑتڑاہٹ، ائیر کرافٹ گنز کی گڑگڑاہٹ اور ٹوٹتی ہوئی دیواریں اور دروازوں نے ایک شور بپا کر رکھا تھا۔

بیشتر لڑکے سہم گئے تھے۔ ایک دو ایسے ہوں گے جو سبق میں دلچسپی لے رہے تھے۔

چپس نے ایک طالب علم کو بڑے نرم لہجے میں مخاطب کر کے کہا۔

"میرے عزیز، مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تم یہ سوچ رہے ہو کہ جن واقعات کو

گزرے دو ہزار برس ہو چکے ہیں۔ آج کی دنیا میں انہیں پڑھنے کا کیا فائدہ۔ میرے عزیز تمہاری یہ سوچ غلط ہے۔ بالکل غلط...."

اسی لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ دھماکہ کہیں قریب ہی ہوا ہے....

چپس نے طالب علموں سے خطاب جاری رکھا۔

سنو، چیزوں کی اہمیت کا اندازہ ان کی آواز سے نہیں کیا جا سکتا۔ بالکل نہیں۔"

کچھ لڑکے رک رک کر ہنسے

چپس کہہ رہا تھا۔

"وہ واقعات جن کی اہمیت سینکڑوں برسوں میں تسلیم کر لی گئی ہو، انہیں صرف اس لئے نہیں بھلایا جا سکتا کہ کسی بڑے تاجر نے اپنی تجربہ گاہ میں خباثت اور بربادی کا زیادہ طاقتور آلہ ایجاد کر لیا ہے۔"

لڑکے اب گھبراہٹ کے ساتھ ساتھ ہنس رہے تھے۔

پھر پہلے سے بھی زیادہ قریب دھماکہ ہوا۔

چپس نے کہا۔

"اگر قسمت میں لکھا ہو کہ لوگ دخل در معقولات کریں گے تو ہمیں تو کم از کم ایسے کام میں مشغول ہونا چاہیے جو موزوں ہو۔ ہاں کون ترجمہ کرے گا؟"

ایک بھرے بھرے جسم کا بے خوف اور گستاخ طالب علم بولا۔

"سر میں ترجمہ کروں گا۔"

"بہت خوب تو پھر شروع کرو۔ صفحہ نمبر چالیس کی آخری سطر ہے...."

دھماکوں کا سلسلہ جاری تھا۔ شدید دھماکے۔ کانوں کے پردے پھاڑنے والے، پوری عمارت بنیادوں تک ہل رہی تھی۔ لڑکے نے صفحہ ڈھونڈ کر چیختی ہوئی آواز میں ترجمہ شروع کیا۔ جو یوں تھا۔

"یہ اس قسم کی لڑائی تھی جس میں جرمنوں نے اپنے آپ کو پھنسا لیا۔"
لڑکے نے ہنس کر کہا۔
"بہت خوب سر، بڑا لطف آیا اس لطیفے کا۔"
اور تمام لڑکے ہنسنے لگے۔

یوں اپنے چٹکلوں کی حکمت عملی میں چپس نے طالب علموں کو ہراساں ہونے سے بچا لیا۔ سبق بھی جاری رہا اور کسی طرح کا خوف بھی دلوں میں پیدا نہ ہونے دیا۔

O

بعد میں انہیں معلوم ہوا کہ اس روز بروک فیلڈ کے آس پاس پانچ بم گرے تھے۔ ان میں سے ایک بم ایسا تھا جو بروک فیلڈ کے کھیل کے میدان میں گرا تھا۔ نو افراد اس بمباری سے ہلاک ہوئے۔

O

چپس کا یہ قصہ بار بار دہرایا گیا۔ پورے بروک فیلڈ میں اس کا چرچا ہوا اور جیسا کہ ہوتا ہے تفصیلات میں اضافہ بھی ہوتا گیا۔
لڑکے کہتے۔
"یار یہ بڈھا چپس بھی خوب آدمی ہے۔ مجال ہے جو رتی بھر گھبرایا ہو۔ بلکہ اسے تو بم کے دھماکوں میں بھی ایک لطیفہ سوجھ گیا۔ اس نے سبق میں سے ایک دلچسپ برمحل جملہ تلاش کر لیا۔
"اور اس روز چپس بھی خوب ہنسا تھا۔ اس کے ہنسنے کا ایک اپنا انداز تھا۔ وہ اتنا

ہنسا کہ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔
ایک لڑکے نے کہا۔
"میں نے اسے اتنا ہنستے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

جنگ کا خاتمہ

چپس یوں اپنی کہانیوں، قصوں اور چٹکلوں کی طرح خود بھی ایک زندہ روایت بن گیا۔ اس کی مخصوص قسم کی چال تھی۔ جس میں اب لڑکھڑاہٹ پیدا ہو چکی تھی۔ اس کا پرانا اور پھٹا ہوا گاؤن اس کی شخصیت کا اہم حصہ بن گیا۔ اس کی خاص طرح کی ظرافت، چٹکلے بازی، اس کی بھوری بھوری مہربان آنکھیں، جن پر وہ چشمہ لگاتا اور خاص انداز سے دیکھا کرتا تھا۔ وہ ایک ہردلعزیز اور مقبول داستان کا روپ اختیار کر گیا۔ اس کا یہ روپ، یہ انداز بروک فیلڈ کو پسند تھا۔ اس میں کوئی تبدیلی کسی کو گوارا نہ تھی۔

11 نومبر 1918ء۔

صبح ہی تھی کہ جنگ ختم ہونے کی خبر آ گئی۔

سکول میں پورے دن کی چھٹی دیدی گئی۔

اگرچہ جنگ کی وجہ سے خوراک کی راشننگ کی اپنی مجبوری تھی اس کے باوجود باورچی خانے والوں سے فرمائش کی گئی کہ آج جس قدر بھی اہتمام ہو سکے کیا جائے۔

لڑکے نعرے لگاتے رہے، گانے گاتے رہے۔ خوب ہنگامہ رہا اور پھر ڈبل روٹیوں کی چھینا جھپٹی شروع ہوئی۔

جب چپس ہال میں داخل ہوا تو کچھ دیر کے لئے سب خاموش ہو گئے۔ مگر اس کے بعد پھر نعرے بازی ہونے لگی۔ تمام طالب علم چپس کو ایسی چمکدار نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جیسے وہ فتح کی علامت ہو۔

چپس جب ڈائس کی طرف بڑھا تو سب طالب علم اس کے احترام میں خاموش ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ کوئی بات کہے گا۔ مگر چپس نے کوئی بات نہ کی۔ اس نے ناں میں سر ہلا دیا اور پھر واپس چلا گیا۔

یہ ایک سخ اور ٹھنڈا دن تھا۔

چپس ہال سے جاتے اور اپنے دفتر تک پہنچتے ٹھنڈ کھا گیا۔ دوسرے دن اس پر دمے کا حملہ ہوا۔ اس بار وہ ایسا بیمار ہوا کہ کرسمس تک بستر پر ہی لگا رہا۔

اس نے گیارہ نومبر کی رات کو ہی انتظامیہ کو اپنا استعفیٰ ارسال کر دیا تھا۔

چھٹیوں کے بعد جب سکول دوبارہ کھلا تو چپس پہلے کی طرح مسز وکٹ کے ہاں مقیم تھا۔ چونکہ اس نے خود اس خواہش کا اظہار کیا تھا، اس لئے اس کے اعزاز میں کوئی الوداعی دعوت ہوئی نہ ہی اسے کوئی تحفہ پیش کیا گیا۔

اس نے اپنا جگہ مقرر ہونے والے نئے ہیڈ ماسٹر سے ہاتھ ملایا اور واپس آ گیا۔

چائے کی پیالی

پندرہ برس بعد چپس جنگ کے زمانے کے سارے واقعات کو بڑے سکون سے دیکھ سکتا تھا۔ وہ بیمار تو نہیں تھا مگر اکثر وہ اب تھک جایا کرتا تھا۔ جب سردی کا موسم آتا تو اسے سانس کی کچھ تکلیف بھی ہو جاتی۔ مگر سردی کا موسم کسی گرم ملک میں گزارنے پر وہ کبھی راضی نہ ہوا۔ ایک بار اس نے ایسا کر کے دیکھا تھا۔ جب وہ ریویرا، جنوبی فرانس گیا تھا۔ مگر یہ تجربہ بھی ناخوشگوار رہا کیونکہ ان دنوں وہاں سردی کی وہ لہر آ چکی تھی۔ جس کا ذکر اخبارات میں نہیں کیا جاتا۔ اس تلخ تجربے کے بارے میں چپس کہا کرتا تھا۔

"جب سردی ہی کھانی ہے تو پھر اپنے ملک کو ہی کیوں نہ ترجیح دی جائے۔"

جب ٹھنڈی ہوائیں مشرق سے چلتی تھیں، تو ان دنوں میں چپس کو خاصی احتیاط سے کام لینا ہوتا تھا۔ بہرحال یہ موسم اس کے لئے اتنے ناخوشگوار بھی تو نہ تھے۔ آتشدان کے سامنے بیٹھنا، آگ کی حدت، کتابیں اور پھر موسم گرما کا انتظار...... سب کچھ خوشگوار تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسے موسم گرما بے حد پسند تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہیں تھی کہ یہ موسم اس کے لئے آرام دہ تھا بلکہ اس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ اس موسم میں سابقہ طالب علم اکثر اس سے ملاقات کے لئے آتے رہتے تھے۔

ہفتے یا اتوار کے دن کوئی نہ کوئی سابق طالب علم اپنی کار پر بروک فیلڈ کا رخ کرتا۔ اور یہ تو کسی طور بھی ممکن نہ تھا کہ کوئی سابق طالب علم خواہ کسی بھی کام سے بروک فیلڈ

آتے اور چپس سے ملاقات نہ کرے۔ اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ بعض اوقات وہ اپنے ملاقاتیوں کی وجہ سے تھکن محسوس کرنے لگتا تھا۔ مگر.... ایسا بھی کبھی نہ ہوا کہ کسی کی ملاقات اسے ناگوار گزری ہو بلکہ اس کی انتہائی خوشی کے لمحے یہی ہوتے تھے، جب کوئی سابق طالب علم اس سے ملاقات کے لئے آتا تھا۔ وہ اپنے کسی سابق طالب علم سے کہتا۔

"اچھا تو.... بھئی مجھے یاد.... ہے، کہ تم ہمیشہ دیر کر دیا کرتے.... تھے.... ہو سکتا ہے اب میری طرح تمہارا..... بڑھاپا بھی دیر سے آتے.... کیوں کیا.... خیال ہے؟"

جب وہ شاگرد چلا جاتا اور وہ اکیلا رہ جاتا اور مسز وکٹ چائے کے برتن اٹھانے آتی، وہ اسے کہتا۔

"مسز وکٹ آج گریگن آیا تھا.... تمہیں تو یاد ہو گا.... وہ اونچے قد کا لڑکا.... جو عینک لگاتا تھا.... ہمیشہ دیر کیا کرتا تھا.... ہر بات میں دیر..... اب وہ لیگ آف نیشنز میں..... ملازم ہے ہاں تاخیر کرنے کی.... اس کی عادت اب..... بھی نہیں گئی....."

اور پھر کبھی کبھی جب شام کی حاضری کی گھنٹی سکول سے سنائی دیتی تو وہ کھڑکی کے قریب کھڑا ہو کر سکول کی اونچی باڑ کے پار لڑکوں کی قطار کو سامنے سے گزرتے ہوتے دیکھتا۔ وہ سوچتا.... ہاں اب نیا زمانہ آگیا ہے.... نئے لوگ، نئے نام.... پھر اسے وہ سب یاد آتے تھے جواب وہاں نہیں تھے اور پھر وہ کہتا....

"مسز وکٹ...... مجھے چائے کی ایک پیالی چاہیے۔ شکریہ"

وصیت نامہ

جنگ عظیم کے بعد کا زمانہ تبدیلیوں اور بے ترتیبیوں کا دور تھا۔ جو آیا اور گزر گیا۔ چپس ان دنوں بہت اداس رہتا تھا۔ وہ سوچتا۔ دنیا میں اتنی بدامنی کیوں ہے؟ تاہم وہ بروک فیلڈ اور انگلستان سے خوش تھا۔ اسے یہ اچھے لگتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا اور جتنے بھی بڑے واقعات ہوتے تھے، ہونے کے بعد گزر چکے تھے اور وہ زندہ تھا۔ وہ اس امر پر بہت اطمینان محسوس کرتا تھا کہ سب کچھ ہونے کے باوجود بروک فیلڈ کی بنیادیں مضبوط ہیں۔ ویسے بات بھی ٹھیک تھی۔ بروک فیلڈ میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔ لڑکے پہلے سے زیادہ تمیز والے دکھائی دیتے تھے۔ رعب جمانے کی عادت تو ختم ہو چکی تھی۔ البتہ جھوٹی قسمیں کھانے اور ایک دوسرے سے دغا بازی کو عروج حاصل ہوا تھا۔ استاد اور شاگردوں میں اب اجنبیت کی جگہ دوستی قائم ہو چکی تھی۔ استاد اب تکلف برتتے تھے نہ لئے دیئے رہتے تھے یوں شاگردوں کے دلوں میں جو منافقانہ احترام ہوتا تھا اس کا خاتمہ ہو گیا۔

ایک نوجوان استاد جو حال ہی میں آکسفورڈ سے تعلیم مکمل کر کے آیا تھا۔ اس نے تو بے تکلفی کی ایسی روایت قائم کی کہ چھٹے درجے کے طالب علموں کو اجازت دیدی کہ وہ اس کے ذاتی نام سے پکار لیا کریں۔ یہ ایسی بے تکلفی تھی جو چپس کو بہرحال ناپسند تھی۔ بلکہ اسے کچھ صدمہ سا ہوا تھا۔

1926ء میں جب ہڑتال ہوئی تو بروک فیلڈ کے لڑکے خود ہی سامان لادتے

رہے جب یہ ہنگامہ ختم ہوا تو چپس اتنا متاثر ہوا کہ عرصے تک اس کے لئے سنبھلنا مشکل ہو گیا۔ ہڑتال کا واقعہ تو ایسا تھا کہ فوری طور پر اس کے بارے میں کوئی نتیجہ نکالا نہیں جا سکتا تھا۔ البتہ یہ بات چپس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ یہ وہ آگ تھی جو انگلستان نے اپنی بھٹی میں خود ہی جلائی تھی۔

اس برس جب سکول کا سالانہ یوم مباحثہ منایا گیا تو اس میں ایک امریکی صاحب بھی بطور مہمان شریک ہوتے وہ بار بار اس خطیر رقم کا ذکر کرتا رہا جو ہڑتال کی وجہ سے خرچ کرنی پڑی تھی۔

چپس کے لئے اب خاموش بیٹھنا ممکن نہ رہا تو اس نے کہا۔

"ہاں صاحب، خرچ تو ہوا مگر اشتہار بازی تو ہمیشہ سے مہنگی ہوئی ہے۔"

امریکی صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

"کیسی تشہیر۔۔۔ کیسی اشتہار بازی۔"

چپس نے اپنے مخصوص بھولے ظریفانہ انداز میں کہا۔

"تو جناب کیا یہ بہترین اشتہار نہیں تھا۔۔۔۔ پورے ہفتے کا ہنگامہ نہ کوئی گولی چلی نہ۔۔۔ کوئی جان ضائع ہوئی ادھر آپ کے ملک کا۔۔۔۔ یہ حال ہے۔۔۔ کہ کسی شراب۔۔۔ کی دکان پر چھاپہ پڑے تو خون خرابہ ہو جاتا ہے۔"

اس بات پر اتنے قہقہے لگے کہ انتہا ہو گئی۔ پھر یہ بات یہ چٹکلہ ہر جگہ مشہور ہوا جدھر سے اس کا گزر ہوتا۔ اس لطیفے کی گونج سنائی دیتی۔

اب چپس کے مزاح اور لطیفے بازی کی شہرت اور طلب اتنی عام ہو چکی تھی کہ لوگ اس سے ہر وقت نئے نئے لطیفوں اور چٹکلوں کی توقع کرتے جب وہ کسی محفل میں تقریر کے لئے یا دعوت میں موجود ہوتا تو وہاں پر موجود پہلے سے تیار ہوتے کہ اب وہ کوئی چٹکلہ چھوڑے گا اور وہ ہنسیں گے۔ اب چپس کیلئے بھی انہیں ہنسانا آسان ہو گیا کیونکہ وہ تو پہلے سے ہی ہنسنے کے لئے تیار ہوتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ ابھی چپس

اپنی بات مکمل بھی نہ کر پاتا کہ قہقہوں کا شور برپا ہو جاتا۔ جب مجلس ختم ہوتی تو لوگ کہتے۔

"یہ اپنا چپس خوب موڈ میں تھا۔"

"واہ بھئی یہ بڑی خوبی ہے کہ ہر چیز میں مزاح کا پہلو تلاش کر لیتا ہے۔"

اس کی تعریف میں ایسے جملے دیر تک دہرائے جاتے۔

O

1929ء کے بعد چپس نے بروک فیلڈ سے باہر جانا بالکل چھوڑ دیا۔ اب وہ سابقہ طالب علموں کی دعوت میں شرکت کے لئے لندن بھی نہ جاتا۔ اسے ہمیشہ ٹھنڈ لگنے کا ڈر رہتا تھا۔ پھر اسے رات گئے تک نیند نہیں آتی تھی۔ یہ بیداری بھی اس کے لئے تکلیف دہ بن گئی تھی۔ دھوپ نکلتی تو وہ ٹہلنے کے لئے نکل پڑتا۔

اپنے کمرے میں وہ اب بھی نئے طالب علموں اور استادوں کی مہمان نوازی کی روایت کو باقاعدگی سے نبھاتا چلا آرہا تھا۔

چپس کو کوئی ذاتی پریشانی نہ تھی۔

اس کی آمدنی اس کی ضرورتوں سے زیادہ تھی اور اس کا تھوڑا سا سرمایہ محفوظ حصص میں لگا ہوا تھا۔ اس لئے جب دوسرے لوگ کاروبار میں مندے کی وجہ سے متاثر ہوئے تو چپس پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا۔

اپنی آمدنی کا ایک خاصا بڑا حصہ تو وہ مدد میں ان لوگوں کو دے دیتا تھا جو اس کے پاس اپنی دکھ بھری داستان سنانے آتے تھے۔ سکول کو بھی کئی مدوں میں عطیات دیتا تھا۔ اپنی آمدنی کا ایک حصہ وہ بروک فیلڈ مشن کی نذر کرتا تھا۔

1930ء میں چپس نے اپنا وصیت نامہ تیار کیا۔ کچھ رقوم مسز وکٹ اور بروک

فیلڈ مشن کے نام کیں اور اس کے بعد اس نے اپنا سارا بقیہ اثاثہ سکول میں داخلہ لینے والے لڑکوں میں سے اس لڑکے کے وظیفہ کے لئے وقف کر دیا جو مستحق ہو سکتا تھا۔

کباب

لوگ مختلف امور میں اس کی رائے پوچھتے۔ مشورے طلب کرتے۔ وہ اس سے اس طرح سوال کرتے جیسے وہ کوئی ایسا شخص ہو جو غیب کا علم جانتا ہے۔ یا وہ کوئی ایسی ڈکشنری ہے جس میں ہر لفظ کے معنی موجود ہیں۔

جب سونے کے سکوں کی بجائے کاغذی کرنسی رائج ہوئی تو لوگ اس سے پوچھتے۔

"کیوں جناب، کیا اب دوبارہ سونے کے سکے رائج ہوں گے یا نہیں۔"

کوئی کبھی پوری دنیا اور انگلستان کو سامنے رکھ کر سوال کرتا۔

"کہو چپس، یہ حالات بدلیں گے یا نہیں۔۔۔ تمہیں تو کچھ اندازہ ہو گا۔ تم تو بہت تجربہ کار ہو۔"

وہ کسی کو مایوس نہ کرتا۔ کوئی نہ کوئی چٹکلہ چھوڑ دیتا جو لوگوں کو ہنساتا ان کی مایوسیوں کو عارضی طور پر ختم کر دیتا۔

لوگ اور بروک فیلڈ کے طالب علم اس انتظار میں رہتے کہ وہ اس سے کوئی چٹکلہ یا لطیفہ اگلوا سکیں اور پھر اسے چاروں طرف دہراتے پھریں۔

کوئی تیز طرار طالب علم سوال کرتا۔

"جناب یہ پنج سالہ منصوبہ کیا ہے اور آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے۔"

جب کبھی وہ ٹہل رہا ہوتا تو طالب علم اسے گھیر لیتے۔ سوال کرتے تاکہ وہ کوئی

چٹکلہ سنائے۔

"سر کل میں اپنے چند عزیزوں کے ساتھ نیا تھیٹر دیکھنے گیا تھا۔ کیا آپ نے یہ نیا تھیٹر دیکھا ہے؟"

دوسرے طالب علم نے کہا۔

"جناب تھیٹر میں وہ ولٹزر بھی لے آتے ہیں۔"

"یہ ولٹزر کیا بلا ہے میاں؟"

"ایک بہت بڑا پیانو کی طرح کا آرگن ہے۔ جناب، تھیٹر کے لئے۔"

چپس نے کہا۔

"اچھا اچھا۔۔۔ میں نے اشتہارات میں یہ نام دیکھا تھا۔ مگر میں تو یہ سمجھا تھا کہ یہ کوئی نئی قسم کا کباب ہے۔۔۔۔"

"کباب۔۔۔۔ ہاہا۔۔۔ کباب۔"

"یہ چپس کا نیا لطیفہ تھا۔ جو چاروں طرف پھیلا۔

وہ شریر لڑکا کہتا پھر رہا تھا۔

"میں بھلا نئے تھیٹر کب گیا تھا۔ میں تو چپس سے یونہی بڑ ہانک رہا تھا۔ مگر اس نے تو لطیفہ کر دیا۔۔۔ ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ ہا۔"

ننھا طالب عالم

1933 ۔ نومبر کی ایک دوپہر۔۔۔۔۔۔

چپس اپنے سامنے والے کمرے میں بیٹھا تھا۔

یہ ایک سرد دن تھا اور کہر پھیلی ہوتی تھی۔

چپس کے لئے یہ موسم ناساز گار تھا اور وہ باہر جانے کی ہمت نہ کر سکا۔

اصل میں 11 نومبر 1918 ۔ کو جب جنگ ختم ہوتی اور صلح کا اعلان ہوا تھا۔ اسی روز سے وہ بیمار سا رہنے لگا تھا۔ اور اب اس واقعہ کو بھی اتنے برس گزر چکے تھے۔

ڈاکٹر مری ویل اس روز بھی اسے دیکھنے آیا۔ ہر پندرہ دن کے بعد ڈاکٹر مری ویل کا پھیرا ضرور لگتا تھا۔

"سب ٹھیک ہے ناں۔" ڈاکٹر نے پوچھا تھا۔ "مزاج بخیر۔"

"سب ٹھیک ہے۔" چپس نے جواب دیا۔

"اس موسم میں گھر کے اندر ہی رہنا۔ آج کل فلو بھی بڑے زور پر ہے۔"

"اچھا۔"

ڈاکٹر مری ویل نے کہا۔

"کیا مزے کی زندگی گزار رہے ہو چپس، خدا کرے مجھے بھی تمہاری زندگی جیسا ایک دن مل جاتے۔"

میری زندگی کا ایک دن۔۔۔۔۔ چپس سوچنے لگا۔

میری زندگی، کیا ہے میری زندگی، اس نے سوچا۔

آتش دان کے سامنے بیٹھے بیٹھے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی پوری زندگی کا ڈراما آ گیا۔

وہ سب کام جو اس نے زندگی میں کئے تھے۔

وہ تمام چیزیں جو اس نے اپنی زندگی میں دیکھی تھیں۔

1860 ۔ کیمبرج یونیورسٹی۔۔۔۔

ہر قسم کے حالات۔۔۔۔ اور پھر بروک فیلڈ۔۔۔۔

سالہا سال۔۔۔۔ بروک فیلڈ میں۔۔۔۔ تبدیلیاں۔۔۔۔ تغیرات۔

اور پھر وہ بہت سے کام جو اس نے نہیں کئے تھے۔ جو ادھورے رہ گئے تھے اور اب وہ ان کاموں کو کبھی مکمل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اب وقت ہی نہیں رہا تھا۔

حیرت ہے چپس نے زندگی میں بہت کچھ کیا تھا نہ دیکھا تھا۔

اتنی طویل عمر پانے کے باوجود وہ کبھی ہوائی جہاز پر نہیں بیٹھا تھا۔

اس نے نئی طرز کی بولنے والی کوئی فلم نہیں دیکھی تھی۔

یوں وہ ایک ہی وقت میں انتہائی تجربہ کار بھی تھا اور سکول کے سب سے کم عمر طالب علم کے مقابلے میں ناتجربہ کار اور لاعلم بھی تھا۔

اپنی طویل عمر کے تجربوں نے اسے پختہ کار اور تجربہ کار بنایا تھا مگر وہ آج کے سب سے چھوٹے طالب علم کے مقابلے میں کم علم تھا کیونکہ اس نے کبھی بولنے والی فلم نہ دیکھی تھی۔

وہ دیر تک اپنی زندگی کے بارے میں سوچتا رہا پھر اسے اطمینان ہوا کہ اس نے ایک متوازن زندگی بسر کی ہے۔ ترقی کی دوڑ میں وہ پاگل نہیں ہوا۔

یہ ایک سرد اور تنہا دن تھا۔

مسز وکٹ بھی آج کسی عزیز سے ملنے قریبی گاؤں جا چکی تھی۔ البتہ جانے سے

پہلے وہ اس کے لئے چائے کا سامان مکھن اور ڈبل روٹی اور چائے کی ایک فالتو پیالی چھوڑ گئی تھی تاکہ مسٹر چپس کا کوئی مہمان آتے تو کمی نہ پڑے۔

ویسے چپس کو آج کسی کے آنے کی امید کم ہی تھی۔

کہر لحہ بہ لحہ بڑھتا جا رہا تھا۔

اس نے سوچا آج کی شام تو شاید اکیلے ہی گزرے......

مگر مسٹر چپس کا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا۔

پونے چار بجے کے قریب..... بیرونی دروازے کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایسی سردی میں آتش دان کے قریب سے اٹھ کر دروازہ کھولنے کے لئے چپس کو نہیں جانا چاہیے تھا۔ مگر وہ اٹھا اور اس نے خود جا کر دروازہ کھولا۔

ایک چھوٹا سا لڑکا وہاں کھڑا تھا۔

اس نے بروک فیلڈ سکول کی مخصوص ٹوپی پہن رکھی تھی۔

لڑکے کے چہرے پر گھبراہٹ تھی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"سر، کیا مسٹر چپس یہیں رہتے ہیں؟"

چپس نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور کہا۔

"ہوں..... میرے خیال میں تم اندر آ جاؤ.... باہر کھڑے رہنے سے بہتر ہے۔"

اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے لڑکے سے کہا۔

"میں ہی چپس ہوں۔ کہو کیسے آتے ہو؟"

لڑکے نے جواب دیا۔

"مجھے کہا گیا تھا کہ آپ نے..... مجھے بلایا ہے.... یاد کیا ہے۔"

چپس مسکرا دیا۔ وہ ساری بات سمجھ گیا....

لڑکا شرارت نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ کوئی اسے شرارت پر اکسا چکا تھا۔ کسی نے اس

نئے طالب علم کو شرارت کر کے بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی۔ یہ شرارت کا پرانا نسخہ تھا کہ کسی نئے طالب علم سے کوئی یوں شرارت کرے کہ اسے کہے کہ اسے فلاں نے بلا بھیجا ہے....

چپس اس شرارت کی شکایت نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے تو خود ساری عمر لطیفے گھڑنے، چٹکلے اچھالتے، شرارتیں کرتے بسر کر دی تھی۔ وہ شیطان اور شریر لڑکوں کی شرارتیں خوب سمجھتا تھا۔ انہوں نے اس نووارد لڑکے کو بے وقوف بنانے کے لئے یہ شرارت کی تھی۔ چپس اس خیال سے خوش ہوا کہ وہ ان شیطانوں کی شرارت کو اپنی خوش مزاجی سے مات دے گا۔ اس کی آنکھیں اپنی فتح کے احساس سے چمکنے لگیں۔ اس نے لڑکے سے کہا۔

"ہاں ہاں.... تمہیں ٹھیک اطلاع ملی.... اصل میں..... میں۔ چاہتا تھا کہ تم میرے.... ساتھ چائے پیو..... دور کیوں بیٹھے ہو.... ادھر آگ کے پاس آ جاؤ..... آج ٹھنڈ ہے.... ہاں تو.... میں چاہتا تھا کہ تم.... میرے ساتھ چائے پیو... اب کچھ یاد نہیں پڑتا.... تمہاری صورت پہلے کب دیکھی تھی.... ہاں یاد نہیں آ رہا۔"

لڑکے کا اعتماد بحال ہو چکا تھا۔ اس نے کہا۔

"سر، میں بیمار تھا۔ ابھی ابھی ہسپتال سے لوٹا ہوں۔ جب سے سکول شروع ہوا، میں آتے ہی خسرے میں مبتلا ہو گیا تھا سر۔"

ٹھیک.... اسی لئے میں..... نے تمہیں دیکھا نہیں.... یہی بات ہو گی۔"

چپس اپنی روایت کے مطابق چائے بنانے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے کئی ڈبوں سے طرح طرح کی چائے ناپ ناپ کر نکالی اور کیتلی میں ڈالنے لگا۔

خوش قسمتی سے الماری میں آدھا کیک بھی مل گیا..... وہی خاص اخروٹ اور گلابی رنگ کی چینی والا کیک۔

اب تک چپس کو لڑکے کے بارے میں معلومات ہو چکی تھیں۔ اس کا نام لنفوڑد تھا۔ وہ شاپر کا رہنے والا تھا۔ ابھی تک اس کے خاندان کا کوئی فرد اس سے پہلے بروک فیلڈ سکول میں پڑھنے نہیں آیا تھا۔

چپس کہنے لگا۔

"سنو لنفورڈ ابھی تک۔۔۔۔ یہاں بروک فیلڈ۔۔۔ میں نئے ہو۔ تم گھبراہٹ محسوس کرتے ۔۔۔ ہو گے۔۔۔ ڈرتے بھی ہو گے۔۔۔ مگر جب تمہیں۔۔۔ یہاں رہتے ۔۔۔۔ کچھ عرصہ ہو جائے گا۔۔۔ تو پھر بروک فیلڈ۔۔۔ تمہیں اچھا لگے گا۔۔۔ جب میں بھی یہاں آیا تھا۔۔۔۔ تو بہت ڈرتا تھا۔۔۔ مگر جانتے ہو۔۔۔ یہ کب کی بات ہے۔ ۔۔۔۔ تریسٹھ سال پہلے کی بات۔۔۔۔ جب میں پہلی بار۔۔۔ ہال میں داخل ہوا۔۔۔ اور سینکڑوں لڑکے دیکھے تو۔۔۔ میں گھبرا گیا تھا۔۔۔ میں اتنا خوفزدہ تو اس ۔۔۔ دن بھی بہت ہوا تھا۔۔۔ جب جرمنوں نے۔۔۔ بمباری کی تھی۔۔۔۔ لیکن پھر میں۔۔۔ اس ماحول سے مانوس ہو گیا۔۔۔ خود اس کا۔۔۔ ایک حصہ بن گیا۔۔۔۔"

لنفورڈ نے شرماتے ہوئے پوچھا۔

"سر کیا اس سہ ماہی میں بھی بہت سے لڑکے آئے تھے؟"

"ہاں۔۔۔ بہت آئے تھے۔۔۔ مگر۔۔۔ اوہ۔۔۔ جو تم سمجھ رہے ہو۔۔۔ ویسا نہیں تھا۔۔۔ میں اس وقت۔۔۔ پورے بائیس برس کا جوان تھا۔۔۔ ہاں ایک بات سنو۔۔۔ اب جب تم کسی نئے استاد کو۔۔۔۔ پریپ لیتے دیکھو۔۔۔ تو غور سے دیکھنا اسے۔۔۔۔ وہ بہت گھبرا رہا ہو گا۔"

لڑکے نے کہا۔۔۔۔

تو سر آپ اگر اس وقت بائیس برس کے تھے تو۔۔۔۔"

لڑکا شرما کر رک گیا۔۔۔

"ہاں ہاں بولو۔۔۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔"

لڑکے نے کہا۔

"تو سر آپ اس وقت بہت بوڑھے ہوں گے۔"

چپس یہ سن کر دیر تک آپ ہی آپ خاموش سی ہنسی ہنستا رہا۔

"واہ یہ تو عمدہ لطیفہ ہو گیا۔۔۔ تم کیا سمجھتے تھے کہ میں کوئی منا سا چوزہ ہوں۔۔۔۔۔"

چپس پھر وہی خاموش ہنسی ہنسنے لگا۔ پھر اس نے موضوع بدل دیا۔ اور طرح کی باتیں کرنے لگا۔ اس علاقے کی باتیں جہاں سے لنفورڈ آیا تھا۔ سکولوں کی باتیں۔۔۔ یادیں، تذکرے۔۔۔۔ حتیٰ کہ اس نے آج کے اخبار تک کی سرخیوں پر بھی بات کر دی۔ پھر وہ کہنے لگا۔

"لنفورڈ، جس دنیا میں تم نے آنکھ کھولی ہے۔ یہ دنیا بڑی غصیلی ہے۔۔۔ بڑے غصے میں ہے۔ ممکن ہے جب تم جوان ہو تو اس دنیا کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے۔ بہرحال ہمیں امید کا دامن تو ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہیے۔"

بہت دیر ہو چکی تھی۔ چپس نے اپنی عادت کے عین مطابق گھڑی پر ایک نگاہ ڈالی اور کہا۔

"اچھا۔۔۔ مجھے افسوس ہے اب تم یہاں زیادہ دیر نہیں رک سکو گے"

چپس لنفوڑد کو خود ڈیوڑھی تک چھوڑنے آیا۔ اس نے ہاتھ ہلایا اور کہا۔

"میرے بچے، خدا حافظ۔"

لڑکے نے جواب دینے میں تھوڑی سی گھبراہٹ کا مظاہرہ کیا۔ پھر اونچی آواز میں بولا۔

"الوداع! مسٹر چپس۔"

مسٹر چپس پھر آتشدان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ آخری الوداعی جملہ اس کے کانوں میں گونجنے لگا۔

"الوداع! مسٹر چپس۔"

شادی سے ایک دن پہلے کیتھرین نے یہی جملہ کہہ کر اسے رخصت کیا تھا۔ وہ تو اس وقت اس کی سنجیدگی کا مذاق اڑا رہی تھی۔ واقعی ان دنوں وہ کتنا سنجیدہ ہوا کرتا تھا۔ مگر اب عرصے سے تو کوئی اس پر سنجیدگی کا الزام نہیں لگا سکتا۔۔۔

پھر اچانک۔۔۔ آنسو بہہ بہہ کر چپس کے چہرے کو تر کرنے لگے۔۔۔

یہ آنسو محض حماقت تھے۔ بڑھاپے کا نتیجہ۔۔۔ مگر وہ بے بس تھا۔ ان بہتے آنسوؤں کو روک نہیں سکتا تھا۔

وہ اپنے آپ کو بہت تھکا تھکا محسوس کرنے لگا۔ شاید لنفوڑد سے باتوں نے اسے تھکا دیا تھا۔ وہ بے حد تھک گیا تھا۔۔۔

اس کے باوجود وہ بہت خوش تھا۔۔ اس نے سوچا یہ لڑکا لنفورڈ خاصا ذہین ہے۔۔۔ زندگی میں کامیاب رہے گا۔

باہر سے اسے گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ اسے یوں لگا جیسے سردی سے گھنٹی کی آواز بھی کپکپا رہی ہے۔

اس نے کھڑکی سے باہر کی طرف نظر ڈالی۔ شام گہری ہو رہی تھی۔۔۔ روشنی جلانے کا وقت ہو گیا تھا۔

اس نے اٹھنا چاہا مگر ہمت نہ ہوئی۔ واقعی وہ بہت تھک گیا تھا۔

خیر۔۔۔ خیر۔۔۔ اس نے اپنے آپ سے کہا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔۔۔ وہ سوچنے لگا۔۔ میں کوئی منا سا چوزہ تو نہیں ہوں۔ میں نے تو ان شریروں کا پورا مقابلہ کیا ہے۔ جنہوں نے لنفورڈ کو بیوقوف بنانے کے لئے اس کے پاس بھیج دیا تھا۔

مگر یہ عجیب بات ہوئی کہ لنفورڈ نے وہ جملہ کہا۔

"الوداع! مسٹر چپس۔"

بالکل ایسے کہا جیسے کیتھرین نے کہا تھا!!

موت

وہ بیدار ہوا۔۔۔

اسے یہی محسوس ہوا کہ وہ سو گیا تھا۔۔۔۔

اس نے اپنے آپ کو بستر پر لیٹے پایا۔۔۔۔

ڈاکٹر مری ویل اس پر جھکا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"شاباش۔۔۔ واقعی تم بڑے استاد ہو۔۔۔ کہو اب طبیعت کیسی ہے۔ ہم سب کو تم نے خوب ڈرایا۔"

چپس کے لئے بولنا مشکل ہو رہا تھا۔ جب بولا تو اسے خود اپنی آواز کی کمزوری پر حیرت ہوئی۔

"کیوں کیا ہوا؟"

ڈاکٹر میری ویل نے جواب دیا۔

"صرف یہ ہوا کہ تم بے ہوش ہو گئے تھے۔ مسز وکٹ واپس آئی، تو اس نے تمہیں بے ہوش پایا۔ اچھا ہوا کہ وہ جلدی لوٹ آئی۔ اب تم ٹھیک ہو۔۔۔ آرام کرو۔۔۔ اگر چاہو تو بے شک ایک بار پھر سو جاؤ"

ڈاکٹر مری ویل کا یہ مشورہ اسے اچھا لگا۔۔۔ وہ اپنے آپ کو بہت کمزور محسوس کر رہا تھا۔ تاہم اسے جو کچھ بتایا گیا تھا اس پر اسے خاص حیرت نہ ہوئی۔ وہ تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔۔۔

وہ اپنے سونے کے کمرے میں کیسے پہنچا۔۔۔

مسز وکٹ نے اسے بے ہوش پا کر کیا کیا ہو گا۔۔۔

اس کی نظر بستر کے دوسری طرف کھڑی مسز وکٹ پر پڑی۔

وہ مسکرا رہی تھی۔

چپس نے دل میں کہا۔ اللہ اس کا بھلا کرے مگر۔۔۔ اس کا میری خوابگاہ میں کیا کام ہے۔۔۔

اس نے ڈاکٹر مری ویل کے پیچھے سکول کے ہیڈ ماسٹر کارٹ رائٹ کو کھڑا دیکھا، چپس اسے نیا ہیڈ ماسٹر کہتا تھا۔ حالانکہ وہ 1919 سے بروک فیلڈ سکول میں تھا۔۔۔

اس نے سوچا۔۔۔ یہ نیا ہیڈ ماسٹر یہاں کیا کر رہا ہے۔ یہ سب کیوں یہاں اکٹھے ہیں۔۔۔ عجیب بات تھی۔۔۔ پھر اس نے اپنے آپ سے کہا، مجھے اپنے آپ کو ان باتوں میں الجھانے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے تو نیند آ رہی ہے۔

مگر نہ جانے کیا ہو رہا ہے۔ نہ نیند آ رہی ہے۔ نہ بیدار ہوں۔۔۔ ان دونوں کے درمیان کی کیفیت ہے۔ اس کیفیت کو بہت سے چہرے، بہت سی یادوں اور بہت سی آوازوں نے آباد کر رکھا ہے۔۔۔ پرانے واقعات، پرانے گیتوں کی دھنیں۔۔۔ گولہ باری کے دھماکے۔۔۔ پھر بروک فیلڈ کی گھنٹیاں۔ پھر دھماکے۔۔۔ یادیں۔۔۔ چہرے۔۔۔ چٹکلے، لطیفے۔۔۔ پرانا گوشت۔۔۔ لاطینی کا پرانا تلفظ۔

مسٹر چپس نے ایسی ہی کیفیت میں ان سب کو کمرے میں کھڑے باتیں کرتے دیکھا۔ ہاں وہ اس کی باتیں کر رہے تھے۔

ہیڈ ماسٹر کارٹ رائٹ سرگوشی میں ڈاکٹر مری ویل سے کہہ رہا تھا۔

"بے چارہ ساری عمر اکیلا ہی رہا۔۔۔ یونہی عمر گزار دی۔۔۔"

ڈاکٹر مری ویل نے اسے بتایا۔

"نہیں ہمیشہ اکیلا نہیں رہا۔ اس نے شادی بھی کی تھی۔"

ہیڈ ماسٹر نے حیرت سے کہا۔

"واقعی۔۔۔ مجھے تو یہ آج ہی معلوم ہوا۔"

ڈاکٹر مری ویل نے کہا۔

"اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ تیس برس پہلے یا اس سے بھی زیادہ عرصہ ہوا۔"

"افسوس کوئی بچہ نہیں۔"

چپس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا۔ اونچی آواز میں بولنا اس کے لئے ممکن نہ رہا تھا۔

وہ کچھ بڑبڑایا۔۔۔

وہ سب پلٹ کر اسے دیکھنے لگے اس کے قریب آ گئے۔

چپس تھوڑی دیر جیسے لفظوں سے الجھتا رہا۔ پھر رک رک کر بولا۔

"ہوں۔۔۔ تم۔۔۔ میرے بارے میں۔۔۔ کچھ کہہ رہے تھے۔۔۔

سکول کے بوڑھے ساتھی بفلز نے مسکراتے ہوئے گویا اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔

ہم سوچ رہے تھے۔۔۔ تم یہ اپنے قیلولے سے کب بیدار ہوتے ہو۔"

چپس نے رک رک کر پھر کہا۔

"مگر میں نے سنا۔۔۔ تم تو۔۔۔ میرا کچھ ذکر کر رہے تھے۔"

بفلز نے پھر جواب دیا۔

"میرے دوست یقین کرو۔۔۔ ہم کوئی خاص بات نہیں کر رہے تھے۔"

چپس نے ان کی طرف دیکھا۔ پھر رک کر بولا۔

"نہیں۔۔۔ مجھے تو یوں محسوس ہوا۔۔۔ جیسے تم میں سے۔۔۔ کسی نے کہا تھا۔۔۔ افسوس۔۔۔ اس کا کوئی۔۔۔ بچہ نہیں۔۔۔"

وہ رکا پھر بولا۔